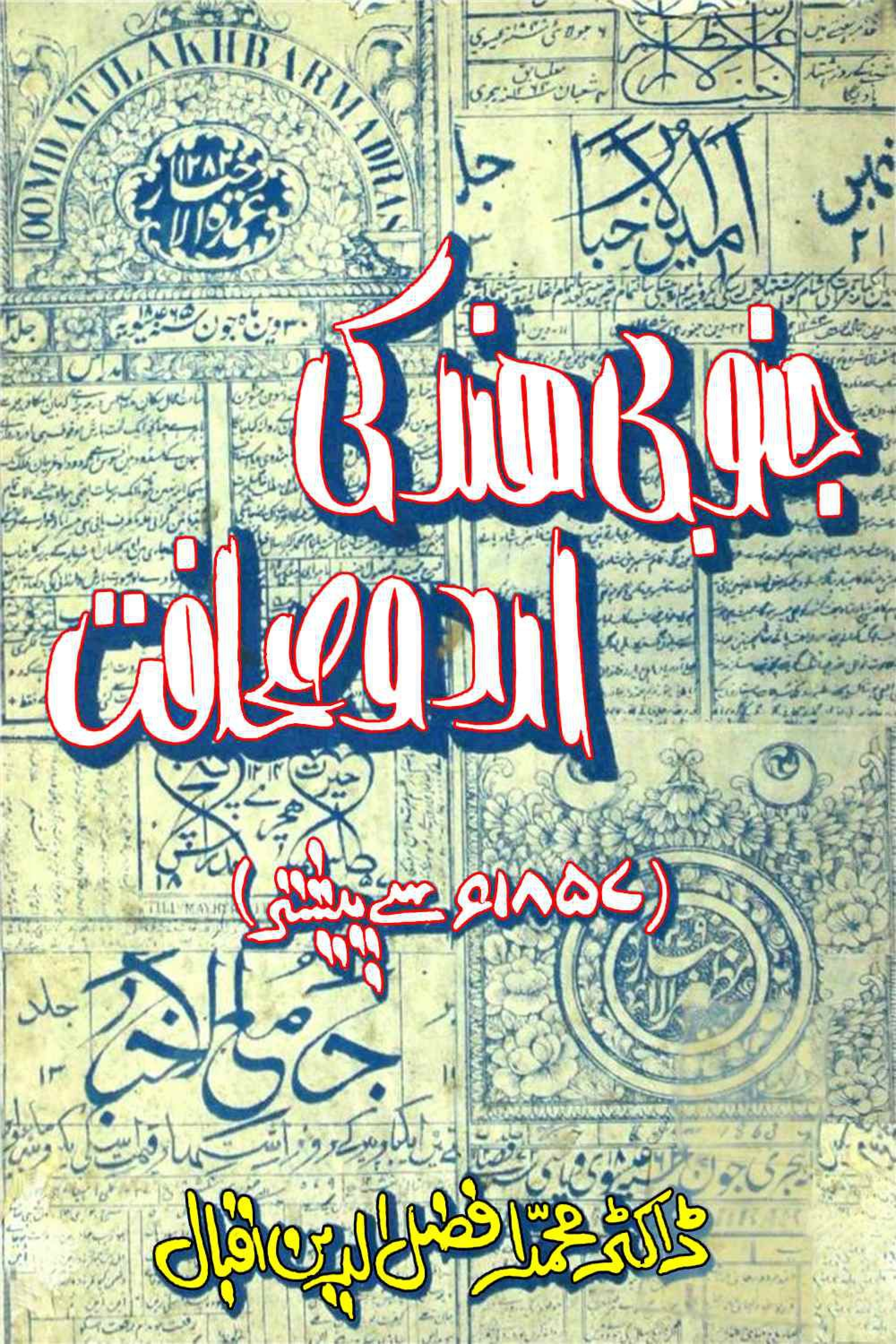
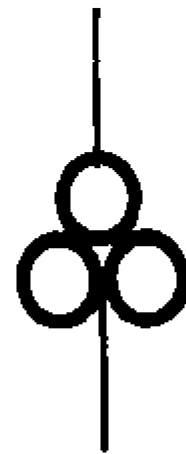


جنوبی ہند کی
اردو صحافت
(۱۸۵۷ء سے پیشتر)
ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال
OOMDATULAKHBARMADRAS

جنوبی ہند کی اردو صحافت

[۱۸۵۷ء سے پیشتر]



ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال
ایم-اے، پی ایچ-ڈی (عثمانیہ)

+ سنہ اشاعت پہلا ایڈیشن	سنہ ۱۹۸۱ء
+ تعداد	۵۸۶
+ ٹائیٹل	غوث محمد خان
+ کتابت	جمیل القادر
+ طباعت	دائرہ پریس حیدرآباد
+ قیمت غیر مجلد	۱۵/- روپے
+ لائبریری ایڈیشن	۱۸/- روپے
+ ناشر	معین پبلیکیشنز "مقام مسعود" جام باغ روڈ، حیدرآباد دکن (اے۔پی)

ملنے کے پتے

- بک ڈپو آندھراپردیش اُردو اکیڈمی، حیدرآباد دکن
- مصنف "مقام مسعود" ۳۸-۲-۵، جام باغ روڈ، حیدرآباد ۱ (اے۔پی)
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
- بک ڈپو اُترپردیش اُردو اکاڈمی لکھنؤ
- گوہر بک ڈپو، ٹرپلیکن ہائی روڈ، مدراس ۵

انتساب

میرے جواں مرگ والد

مولوی محمد شرف الدین صاحب مرحوم

(بانی و معتمد کل ہند صنعتی نمائش حیدرآباد)

اور

میرے شفیق و محترم چچا

الحاج مولوی برہان الدین حسین صاحب مرحوم

(سابق نائب ناظم زراعت حکومت آندھرا پردیش)

کے نام

محمد افضل اقبال

فہرست مضامین

پیش لفظ

۱۸۵۷ء سے قبل اُردو اخبارات نے سماجی آگہی، عصری حسیت اور سیاسی شعور کی بیداری میں جو اہم رول ادا کیا ہے اُسے کسی طرح فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ہندوستان میں اخبارات کا باقاعدہ رواج ایسٹ انڈیا کمپنی کی عملداری کے ابتدائی زمانے ہی سے ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں: "کمپنی کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں سب سے پہلے انگریزی اخبار جاری ہوئے جن کے مالک انگریز تھے۔" ہکیز بنگال گزٹ (HICKY'S BENGAL GAZETTE) کے اجراء کے چند ہی سال بعد جنوبی ہند میں مدراس کوریر (MADRAS COURIER) کی اشاعت نے صحافت کے اوّلین نقوش اُبھارے۔ جنوبی ہند کی ریاستوں میں مدراس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اُردو اخبار سب سے پہلے یہیں جاری ہوا۔ جنگ آزادی سے قبل مدراس میں کئی اہم، موثر اور کل ہند نوعیت کے اخبارات شائع ہوتے تھے۔ "جامع الاخبار" اعظم الاخبار، تیسیر الاخبار، آفتاب عالم تاب، رئیس الاخبار، تعلیم الاخبار، امیر الاخبار، مظہر الاخبار، صبح صادق اور طلسم حیرت، وغیرہ مدراس کے مشہور اخبارات تھے۔

جنوبی ہند کی اُردو صحافت پر ایک مفصل کتاب تصنیف کرنے کی ضرورت تھی جس کی ڈاکٹر افضل الدین اقبال نے بڑی حد تک تکمیل کر دی ہے۔ زیر نظر کتاب میں اس موضوع پر منتشر مفید مواد اکٹھا کر کے اسے سلیقے اور خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور اس سے نوجوان مصنّف کے علمی ذوق اور ادبی لگن کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُردو صحافت کا جائزہ لینے والے بعض مصنفین کو مذکورہ بالا اخبارات کے سنہ اشاعت اور دیگر تفصیلات کے سلسلے میں جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی تھیں ان کا ازالہ کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ جنوبی ہند میں اُردو صحافت کی تاریخ مرتب کرنے کی طرف تا حال بہت کم توجہ کی گئی ہے حالانکہ یہاں کے اخبارات نے رائے عامہ کی تربیت اور قومی و ملی جذبات کو اُبھارنے میں نمایاں حصّہ لیا اور گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ "اعظم الاخبار" (مدراس) میں بہادر شاہ ظفر کا کلام بڑے اہتمام سے طبع کیا جاتا اور ظفر کی زمین میں شعراء سے غزلیں لکھنے کی فرمائش کی جاتی اور ان غزلوں کو بلا معاوضہ شائع

کیا جاتا تھا۔ "اعظم الاخبار" دوسرے اخبارات سے اس لیئے ممیز تھا کہ اس میں معاشرتی اِصلاح کے پہلو پہ بطورِ خاص زور دیا جاتا تھا۔ عوام کی فلاح و بہبود اس کا مطمحِ نظر بن گیا تھا، توہم پرستی اخلاقی تنزل، جہالت اور ناپسندہ رُسومات کے خلاف اس نے آواز بلند کر کے مسلمانوں کو ان کی ثقافتی و معاشی زبوں حالی کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی "جامع الاخبار" (مدراس) سیاسی اور سماجی اُمور کی طرف بلیغ اشارے کر کے تعلیم یافتہ اور با شعور طبقے کو دعوتِ فکر دیتا تھا۔

مختصر یہ کہ ان اخبارات کی تاریخی، سیاسی، ادبی اور ثقافتی خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ میرے شاگرد ڈاکٹر افضل الدین اقبال نے اس کتاب میں، مدراس کے پندرہ قدیم مطابع کا بھی تفصیلی طور پہ ذکر کیا ہے، انھوں نے اس کتاب میں اُردو صحافت کی ابتدائی تاریخ کے ایک نئے باب کو روشناس کروایا ہے اور قدیم اخبارات کی صحافتی خدمات کو جو امتدادِ زمانہ کی وجہ سے نقش و نگارِ طاقِ نسیاں بن گئی تھیں منظرِ عام پہ لا کر ایک اہم اَدبی خدمت انجام دی ہے جس کے لیے وہ یقیناً قابلِ مبارکباد ہیں۔

ڈاکٹر سیّدہ جعفر
ریڈر شعبۂ اُردو جامعہ عثمانیہ

۲۰ ڈسمبر ۱۹۸۰ء
لنگرحوض، حیدرآباد دکن

هُوَالحیُّ القیّومُ

دیباچہ

اعداد و شمار کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اُردو، دنیا کی تین بڑی زبانوں میں سے ایک بڑی زبان مانی جاتی ہے۔ اُردو بولنے، لکھنے اور پڑھنے والے افراد دنیا کے ہر گوشے میں پائے جاتے ہیں اُردو کے پروگرام دنیا کے تقریباً تمام بڑے بڑے مرکزی شہروں سے نشر کیے جاتے ہیں؛ اسی طرح اُردو کے اخبار یا رسالے برصغیر ہند کے علاوہ سنگاپور، آفریقہ، انگلستان اور امریکہ سے بھی شائع ہوتے ہیں دنیا کی بڑی بڑی جامعات میں اُردو کے شعبے قائم ہیں اور تحقیقی کام بھی ہو رہا ہے۔ انگلستان اور یورپ کے مختلف شہروں میں اُردو کے کتب خانے اور اُردو کے نایاب مخطوطات محفوظ ہیں؛ اُردو زبان کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اس کی ترقی میں برصغیر ہند کے علاوہ انگریز مستشرقین، فرانسیسی مستشرقین اور امریکی مستشرقین کے علاوہ روسی، چینی اور جاپانی مستشرقین بھی حصہ لیتے ہیں۔ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے قائم کردہ فورٹ ولیم کالج کلکتہ، فورٹ سینٹ جارج کالج مدراس اور ہیلی بری کالج ہرٹ فورڈ شایئر نے اُردو زبان و ادب کی ترقی میں گراں قدر حصہ لیا۔ ہندوستان میں صحافت کی ابتدا بھی انگریزوں ہی کی دین ہے۔

اس جمہوری دور اور عصرِ جدید میں صحافت کی اہمیت سے بھلا کس کو انکار ہو سکتا ہے آزادیٔ ہند کی جنگِ آزادی میں بِلا جھجک میں کہہ سکتا ہوں کہ اُردو زبان اور اُردو صحافت نے گراں قدر حصہ لیا ہے یہی نہیں اُردو صحافت نے گراں قدر مذہبی، سیاسی، معاشی اور سماجی خدمات بھی انجام دی ہیں ان پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔

زیرِ نظر کتاب " جنوبی ہند کی اُردو صحافت (۱۸۵۷ء سے پیشتر) میری ایک علمی اور تحقیقی کاوش ہے جسے میں بڑے عجز و انکسار کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں مجھے اپنی تحقیق کے بارے میں جامعیت کا دعویٰ ہے اور نہ ہو سکتا ہے لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اُردو زبان میں پہلی مرتبہ جنوبی ہند کی قدیم صحافت پر سیر حاصل روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُردو اخبارات کی ابتدائی تاریخ ابھی تاریکی میں ہے اگرچہ مولانا

امداد صابری کی "تاریخ صحافت اُردو" جناب عتیق صدیقی کی "ہندوستانی اخبار نویسی" اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی "صحافت پاکستان و ہند میں" جیسی اہم کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں لیکن ان کتابوں میں جنوبی ہند کی اُردو صحافت پر بہت کم لکھا گیا ہے اسی لیے مجھے خیال ہوا کہ جنوبی ہند کی قدیم صحافت پر اپنی تحقیقات کو علمی دنیا کے سامنے پیش کردوں تاکہ صحافت کی قدیم تاریخ کا کوئی گوشہ تشنہ نہ رہے۔

مجھے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے "مدراس میں اُردو ادب کی نشوونما" کے سلسلے میں مدراس کے قدیم اخبارات کی تلاش رہی۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل علوم اسلامیہ اور بین الاقوامی قانون کے ماہر، پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے بھی اپنے خط کے ذریعہ مجھے مدراس کی قدیم اُردو صحافت کی اہمیت سے آگاہ کیا تھا اب اگرچہ امتداد زمانہ کی وجہ سے مدراس کے قدیم اخبارات عنقا ہو چکے ہیں لیکن تلاش و جستجو سے مدراس کے بہت سے قدیم اخبارات کا پتہ چلا۔ ان اخبارات سے اہلِ علم اب تک واقف نہ تھے اسی وجہ سے جن ارباب علم نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے اُنھوں نے اپنے موضوع سے کماحقہ انصاف نہیں کیا۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی، ڈاکٹر عبدالحق، پروفیسر قاسم علی سجن لعل، قاضی عبدالغفار، جناب عتیق صدیقی، مولانا امداد صابری اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید وغیرہ جیسے محققین "اعظم الاخبار" ہی کو مدراس کا اوّلین اخبار سمجھتے رہے ہیں جو ۶؍ جولائی ۱۸۴۸ء کو مدراس سے شائع ہوا، حالانکہ اس اخبار سے سات سال قبل ۱۸۴۱ء میں مدراس ہی سے "جامع الاخبار" شائع ہو رہا تھا مدراس اور جنوبی ہند کا یہ اوّلین اخبار ہندوستان کے قدیم ترین اخباروں میں سے ایک ہے اس اخبار کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ معاشرے کے غریب اور متوسط طبقہ کے حقوق کی حفاظت ہمیشہ اس کے پیشِ نظر رہی، اس نے سماجی برائیوں پر بے باکانہ تنقید کی اور سیاسی مسائل کا اچھا تجزیہ پیش کیا۔ اس اخبار کی علمی و ادبی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح "اعظم الاخبار" مدراس کی اُردو صحافت میں ایک نشانِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اس اخبار نے سماجی اصلاح کو اپنا مطمحِ نظر بنایا۔

"جامع الاخبار" اور "اعظم الاخبار" کے علاوہ مدراس کے دیگر اخبارات جیسے "آفتابِ عالم تاب"، "تیسیر الاخبار"، "رئیس الاخبار"، "تعلیم الاخبار"، "امیر الاخبار"، "مظہر الاخبار"، "صبح صادق"، "طلسمِ حیرت"، "مدراس پنچ" اور "شمس الاخبار" وغیرہ کا کام صرف یہی نہیں تھا کہ جگہ جگہ کی

مختلف خبریں عوام تک پہنچائی جائیں بلکہ معاشرے کے غریب اور متوسط طبقے کے حقوق کی حفاظت کے لیے یہ اخبارات ہمیشہ پیش پیش رہے، ان اخباروں نے سماجی مسائل اور سماجی اصلاح کو اپنا مطمح نظر بنایا اور عوام کی فلاح و بہبود کی طرف بطور خاص توجہ کی، اس زمانے کے اخبارات کہنے کو تو خبرنامے تھے لیکن خبروں کی فراہمی اور اشاعت کچھ اس طرح ہوتی کہ وہ عوام پر اثر انداز ہوتے اور ان کے اندازِ فکر کو متاثر کرتے حکومت بھی چونک پڑتی اور اس کو اندیشہ ہوتا کہ بعض اُمور میں رائے عامہ اس کے خلاف نہ ہو جائے۔ قومی تحریکیں ہوں کہ انفرادی کوششیں سب ہی ان اخباروں کے ذریعہ پھیلتی اور پھولتی رہیں۔ یہ اخبارات درحقیقت اعلیٰ قدروں اور اعلیٰ اُصولوں کے صحیفے تھے۔ ان ہی اخبارات کی بدولت گھر گھر علم و دانش کے چراغ روشن ہوئے۔ شعر و ادب کی محفلیں آراستہ کی گئیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے گڑھ "مدراس" کے "اعظم الاخبار" میں آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کا کلام بڑے اہتمام سے شائع ہوتا تھا اور شاہ ظفر کی زمینوں میں مقامی شعراء طبع آزمائی کرتے اور "اعظم الاخبار" انھیں فخر سے بلا معاوضہ شائع کرتا۔ مرزا غالب کا کلام بھی یہاں کے اخبارات کی زینت بنتا۔

آج کے اس جمہوری اور عوامی دور میں جو ہمہ جہتی ترقیاں ہو رہی ہیں ان میں بلاشبہ ان اخباروں کا اہم کردار ہے۔ جنوبی ہند کی تہذیب کو سمجھنے یہاں کی ادبی، لسانی، معاشی، سماجی، تہذیبی، مذہبی اور سیاسی زندگی کے لیل و نہار کے مطالعہ کے لیے ان اخباروں کا پڑھنا بے حد ضروری ہے اور ان کا مطالعہ کیئے بغیر جنوبی ہند کی تاریخ لکھی بھی نہیں جا سکتی۔

اس کتاب کی تصنیف کے سلسلے میں سب سے پہلے میں اپنے استاد محترم ڈاکٹر سیدہ جعفر صاحبہ ریڈر شعبۂ اُردو جامعہ عثمانیہ کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرنا اپنا اوّلین فرض سمجھتا ہوں جن کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی اس تصنیف کا باعث بنی۔ یہی نہیں ڈاکٹر صاحبہ نے میری خواہش پر ایک سیر حاصل اور جامع پیش لفظ بھی تحریر فرمایا رسمی شکریہ سے میں اس شفقت، ہمدردی اور عنایت کا کبھی حق ادا نہیں کر سکتا۔ میں ان تمام مصنفین اور مقالہ نگاروں کا بھی ممنون ہوں جن کی کاوشوں سے میں نے استفادہ کیا۔ میں اپنے شفیق و محترم چچا ڈاکٹر محمد یوسف الدین صاحب سابق صدر شعبۂ مذہب و ثقافت جامعہ عثمانیہ کا بھی تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنھوں نے اس کتاب کی ترتیب و

طباعت کے سلسلہ میں عملی دلچسپی لی اور مسودہ کی اصلاح فرما کر مفید مشوروں سے نوازا۔ عزیز محترم ڈاکٹر محمد غوث صاحب نے کتب خانہ مدرسہ محمدی والاجاہی کتب خانہ مدراس کے گراں قدر علمی ذخیرے اور قدیم اخبارات سے' اور محترمہ شاکرہ آپا صاحبہ نے عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری کے قدیم اخبارات سے استفادہ کا موقع دیا۔ یہی نہیں ان دونوں نے قدیم اخبارات کے فوٹو کاپیاں بھی عنایت کیں میں ان دونوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ لائبریرین صاحب کتب خانہ ' ادارۂ ادبیاتِ اُردو' حیدرآباد کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے 'جامع الاخبار' کی فائیل سے استفادہ کا موقع دیا۔ برادرم عبدالحئی صاحب کا بھی تہہ دل سے شکرگزار ہوں' جن کی وجہ سے میں کتب خانہ انجمن ترقی اُردو حیدرآباد کے مطبوعات اور قدیم رسائل سے استفادہ کرسکا۔

جناب غوث محمد خاں صاحب نے محنت و کاوش کے ساتھ گردپوش کا ڈیزائن تیار کیا اور جمیل القادر صاحب نے کتابت کا دشوار مرحلہ خوش اسلوبی سے طے کیا اس کا اظہار شکر بھی میرا اخلاقی فرض ہے۔

"مقام مسعود"
جام باغ روڈ حیدرآباد

افضل اقبال

صحافت
کیا
ہے؟

صحافت کیا ہے؟

صحافت یا جرنلزم حقائق سے راست طور پر آگاہی کا نام ہے اس میں واقعات کی عکاسی کی جاتی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے کالم نگار کا بیان ہے کہ انگریزی لفظ جرنل (JOURNAL) لاطینی لفظ (DIURNALIS) سے ماخوذ ہے۔ فرانسیسی میں جرنل کے اصلی معنیٰ "روزآنہ" کے ہیں جیسا کہ مشہور شاعر اسپنسر (SPENSER) کی شاہکار نظم فیری کوئن (FAERIE QUEENE) میں اس لفظ کا استعمال (XI 31) ہوا ہے۔ [1]

جدید عربی میں اخبار کے لیے "جریدہ" کی اصطلاح مستعمل ہے اس کا مترادف "صحیفہ" ہے جو بہ صورت واحد کم استعمال ہوتا ہے لیکن بعیغہ جمع یعنی صحف کا استعمال جرائد کی نسبت عام ہے۔ [2]

ڈائرنل اور جرنل کے الفاظ سترہویں اور اٹھارویں صدی میں پیریاڈیکل (PERIO-DICAL) موقتی رسالہ یا مجلد کے معنیٰ میں استعمال ہوتے رہے۔ موجودہ بیسویں صدی میں جرنل کا لفظ عموماً تفریحی اور علمی اشاعتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مشہور ادیب و ڈرامہ نگار جارج برنارڈشاہ نے کہا ہے کہ اعلیٰ ادب اور بلند پایہ ادبی شہ پارے درحقیقت "صحافت" ہیں: (ALL GREAT LITERATURE IS JOURNALISM)

صحافت کا زندگی سے اور زندگی کا ادب سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ آج مغرب میں ادب اور صحافت نہ صرف دوش بدوش ہیں بلکہ زندگی کی ہمہ ہمی میں دونوں کا رول لازم و ملزوم ہوکر رہ گیا ہے۔ ادب اب زندگی کا ترجمان بن گیا ہے اور زندگی واقعات کے گردوپیش سے اپنا واسطہ نہیں توڑ سکتی۔ طاقت، قوت اور اثر میں صحافت کو پارلیمنٹ کے مماثل قرار دیا گیا ہے۔ صحافت کا انسانی جذبات و احساسات سے گہرا تعلق ہے بعض مرتبہ ایک افسانہ یا

---

[1] 'انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا' جلد ۱۳، صفحہ ۴۹، مطبوعہ امریکہ ۱۹۷۰ء

[2] 'اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۷، صفحہ ۱۷۹، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء

نظم سے زیادہ کسی اخبار کی سُرخی ہمارے جذبات واحساسات کی دُنیا میں آگ لگادیتی ہے۔اخبار کا ایک کارٹون تک لوگوں کی قسمت بناتا یا بگاڑتا ہے۔
یہ ایک حقیقت ہے کہ اکثر ادیبوں نے ابتداءً اخبارول اور رسالوں کیلئے مضامین لکھنے شروع کیے اور بعد میں ان کی تحریروں کو ادبی اہمیت حاصل ہوی۔امریکہ، برطانیہ فرانس اور جرمن وغیرہ میں ایسے بے شمار صحیفہ نگار ملیں گے جنھوں نے صحافت کے ذریعے ہی ادب اور سیاست میں نمایاں شہرت اور کامیابی حاصل کی ان میں مشہور امریکی طابع، سائنس داں، مُصنف، سفیر، سیاست داں بنجامن فرینکلن (BENJAMIN FRANKLIN)، ممتاز وکیل، سیاست داں، ادیب الکزینڈر ہملٹن (ALEXANDER HAMILTON)، ممتاز رومانی شاعر ولیم کلن برائنٹ (WILLIAM CULLEN BRYANT)، مشہور ناول نگار مارک ٹوین (MARK TWAIN)، ممتاز صحیفہ نگار وشاعر والٹ وھٹ من (WALT WHIT MAN)، امریکی صدر جمہوریہ روز ولٹ (ROOSE VELT)، ممتاز ادیب جوزف ایڈیسن (JOSEPH ADDISON)، مشہور شاعر، ڈرامہ نگار، ناول نگار، لغت نویس ونقاد ڈاکٹر سیمول جانسن (DR.SAMUEL JOHN SON)، مشہور ناول نگار ڈینیل ڈیفو (DANIEL DEFOE)، ممتاز مورّخ وانشاءپرداز تھامس میکالے (THOMAS MACAULAY)، مشہور ناول نگار تھیکرے (THACKERAY)، مشہور مفکّر، مقرر، ناول نگار چارلس ڈِکنس (CHARLES DICKENS)، مشہور سیاست دان ووزیراعظم انگلستان ولیم گلاڈ اِسٹون (WILLIAM GLAD STONE)، ممتاز ادیب وڈرامہ نگار جارج برنارڈ شاہ (G.B. SHAH) اور مشہور سیاست داں و وزیراعظم برطانیہ چرچل (CHURCHILL) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔جرمن کے مشہور ناول نگار، شاعر وادیب گوئیٹے (GOETHE) اور ممتاز ڈرامہ نگار، شاعر ومورّخ پروفیسر سچلر (SCHILLER) بھی صحافی تھے۔جرمن ڈکٹیٹر ہٹلر (HITLER) اور اطالوی ڈکٹیٹر مسولینی (MUSSOLINI) صحافت کے ذریعہ ہی برسراقتدار آئے تھے۔خود اُردو زبان کے متعدد ادیبوں اور شاعروں، محققوں اور نقادوں کا صحافت سے گہرا تعلق رہا ہے۔صحافت کے ذریعہ ہی انھیں شہرت وعزّت ملی جس طرح فرانس میں ممتاز ادیب روسو (ROUSSEAU) کی ادبی تحریریں انقلاب فرانس کی محرک رہیں اسی طرح فرنگی عہد حکومت کے زمانے میں جنوبی ہند کے اوّلین اُردو اخبارات جیسے' جامع الاخبار'

'اعظم الاخبار' امیر الاخبار وغیرہ نے عوام اور خواص کے شعور کو بنانے اور قومی و ملی جذبات کو ابھارنے میں گراں قدر حصّہ لیا تھا خصوصاً "جامع الاخبار" ایسٹ انڈیا کمپنی کی سیاسی حکمت عملی اور ان کی خود غرضانہ پالیسوں پر کڑی تنقید کرتا اور ان کے معاشی استحصال کا پول کھولا کرتا تھا۔ عزوہ بعد مولانا ابو الکلام آزاد کے 'الہلال و البلاغ' مولانا محمد علی جوہر کے 'کامریڈ' بابائے قوم مہاتما گاندھی کے 'نوجیون اور ینگ انڈیا YOUNG INDIA) اور دیگر بے شمار اخبارات و رسائل سامراجی انگریزوں کے خلاف ایک بھرپور وار بنے۔

منشی سجاد حسین کے 'اودھ پنچ'، سرسیّد احمد خان کے 'تہذیب الاخلاق' ظفر علی خاں کے 'زمیندار' نیاز فتح پوری کے 'نگار' مولانا آزاد کے 'الہلال والبلاغ' قاضی عبدالغفار کے 'پیام' مولانا عبدالماجد دریابادی کے 'سچ و صدقِ جدید' وغیرہ اور اسی طرح کے متعدد اخبارات و رسائل نے صحافتی و ادبی دونوں حیثیتوں سے اردو زبان و ادب کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور اردو ادب کو نئے مزاج سے روشناس کیا ہے۔



صحافت کا آغاز

صحافت کا آغاز

محققین کا بیان ہے دُنیا کا پہلا اخبار ایک ہزار سال قبل چین میں تانگ خاندان کی حکومت کے دوران جاری ہُوا اور ۱۹۱۱ء تک "پیکن گزٹ" کے نام سے چھپتا رہا۔ یہ اخبار خواص تک محدود تھا۔[۱]

یورپ کے مختلف شہروں اور مختلف زبانوں کے اوّلین اخبارات کی اجرائی کا تذکرہ کرتے ہوئے اس صدی کے نامور اُردو صحافی مولانا عبدالمجید سالک کے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید (جنھوں نے یونیورسٹی آف ایمسٹرڈم سے صحافت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے) لکھتے ہیں:

"یورپ کا پہلا باقاعدہ اخبار جرمنی کے شہر 'آگس برگ' سے ۱۶۰۹ء میں جاری ہوا۔ اس کا نام AVISA RELA-TION ORDER ZEITUNG) تھا اسی سال سٹراس بورگ سے (STRASBOURG RELATION) کے نام سے ایک جرمن اخبار شائع ہوا۔ ان دونوں کے پرچے محفوظ ہیں۔ ان دونوں اخباروں میں سارے یورپ کی خبریں چھپا کرتی تھیں۔ فرانس کا پہلا اخبار "گزٹ" تھا جو بعد میں 'گزٹ دی فرانس' کے نام سے مشہور ہُوا۔ یہ اخبار ۱۶۳۱ء میں جاری ہُوا۔ اٹلی کا پہلا اخبار "SINCERO" تھا جو ۱۶۴۶ء میں جنوا سے نکلا۔ بلجیم کا پہلا اخبار انٹورپ کے شہر سے ۱۶۰۵ء میں جاری ہوا۔ ہالینڈ میں ۱۶۲۰ء سے قبل امسٹرڈم کے مقام پر کچھ اخبار جاری تھے اس زمانے میں آسٹریا کے شہر دیانہ میں بھی تین ہفت روزہ جرائد موجود تھے۔ سوئٹزر لینڈ کا پہلا اخبار ۱۶۱۰ء میں باسل کے شہر سے نکلا اس کا نام ORDINARI) WOCHENZEITUNG) تھا۔ انگلستان میں صحافت کی ابتدا کا دلچسپ پہلو یہ ہے

---

[۱] ڈاکٹر عبدالسلام خورشید: صحافت پاکستان و ہند میں صفحہ ۲ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء

انگریزی زبان کے اوّلین اخباروں کا اصل گہوارہ ہالینڈ کا شہر امسٹرڈم تھا۔ ۱۶۲۲ء میں خود انگلستان سے بھی انگریزی اخبارات شائع ہونے لگے۔ اس زمانے میں اخبار صرف ایک ورق پر مشتمل ہوتا تھا جس کی دونوں جانب خبریں چھپی ہوتی تھیں۔ ۱۷۶۳ء میں برطانیہ کے اخبارات کی کل سالانہ اشاعت چوہتر لاکھ تھی اور ۱۷۶۷ء میں ایک کروڑ تیرہ لاکھ سے متجاوز ہوگئی۔ [۱]

اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے کالم نگار کا بیان ہے کہ:

"مشرق وسطیٰ کے اوّلین اخبار فرانسیسی میں تھے اور فرانسیسی حکومت ہی کی زیر سرپرستی شائع ہوتے تھے۔ ۱۷۹۰ء تا ۱۸۰۰ء ہی میں قسطنطنیہ کے فرانسیسی مطبع نے ان خبرناموں، اعلامیوں اور اعلانوں کی اشاعت شروع کر دی تھی جو فرانسیسی سفارت خانے کی طرف سے جاری ہوتے تھے۔ قسطنطنیہ کا فرانسیسی گزٹ ......
(GAZETTE FRANÇAISE DE CONSTANTINOPLE)
پہلا اخبار ہے جو مشرق وسطیٰ میں شائع ہوا۔ یہ چار فل سکیپ صفحات پر مشتمل تھا۔ یکم مئی ۱۸۲۰ء کو مراکش کا پہلا اخبار (EL. LIBERAL AFRICANO) کے نام سے شائع ہوا۔ ۱۲ جمادی الاول ۱۲۴۴ھ م ۲۰ نومبر ۱۸۲۸ء کی تاریخ ہے۔ جب قاہرہ سے صحیح معنوں میں عربی کا پہلا اخبار "الوقائع المصریہ" کے نام سے شائع ہوا۔ یہ محمد علی کی حکومتِ مصر کا اپنا پرچہ تھا۔ یکم جمادی الاول ۱۲۴۷ھ م ۱۴ مئی ۱۸۳۲ء کو "تقویم وقائع" کا پہلا پرچہ ترکی زبان میں شائع ہوا۔ "جریدہ حوادث" ترکی زبان کا سب سے پہلا غیر سرکاری اخبار ہے جس کی ایک انگریز ولیم چرچل نے ۱۸۴۰ء میں بنیاد ڈالی۔ ۱۸۵۵ء میں بیروت سے ایک عربی اخبار "مرآۃ الاحوال" حسان کی ادارت میں نکلا۔ بیروت ہی سے ۱۸۵۷ء میں "السلطنۃ" شائع ہوا۔ ایران میں سب سے پہلے اخبار ۱۸۴۸ء میں تہران سے جاری ہوا پھر شیراز، اصفہان اور تبریز سے بھی اخبارات شائع ہوئے

---

[۱] صحافت پاکستان و ہند میں ص ۲۰ تا ۲۱ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء

صحافتی عربی زبان کا آغاز "الجوائب" (۱۸۶۰ء) سے ہوا۔ یہ اُنیسویں صدی کا سب سے بڑا عربی اخبار تھا اور قاہرہ، بیروت دمشق، عراق اور مغربی آفریقہ میں فروخت ہوتا تھا۔ مصر کا "الاہرام" جو ۱۸۷۶ء میں اِسکندریہ سے نکلا آج بھی عربی زبان کا سب سے بڑا اخبار تصوّر کیا جاتا ہے [۱]

سوڈان، لبنان، شام، فلسطین، عراق، عرب، شمالی افریقہ، الجزائر، مراکش، تونس، لیبیا اور ترکیہ میں **عربی و ترکی صحافت** کا آغاز ۱۸۵۷ء کے بعد ہوا۔ سوڈان اور فلسطین میں عربی صحافت کی ابتداء تو بیسویں صدی میں ہوئی اس لیے یہاں کی صحافت کا تذکرہ نظرانداز کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر اس کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ فرانس کی انقلابی سرزمین سے ہی مارچ ۱۸۸۴ء میں علاّمہ جمال الدین افغانی نے **عروۃ الوثقیٰ** جاری کیا۔ اس پرچہ نے اسلام کی پُرجوش حمایت اور مصر اور ہندوستان میں انگریزوں کی مخالفت میں بڑا نام پیدا کیا [۲]

ہندوستان میں صحافت کا آغاز

ہندوستان میں اخباروں کا رواج ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے ابتدائی زمانے سے ہُوا۔ ممتاز مورخ ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں:

> "کمپنی کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں سب سے پہلے انگریزی اخبار جاری ہوئے جن کے مالک انگریز تھے" [۳]

ہندوستان کے سب سے پہلے انگریزی اخبار کے متعلق علاّمہ عبداللہ یوسف علی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے جس انگریز نے اخبار جاری کیا وہ جیمس آگسٹس ہکی ..... (JAMES AUGUSTUS HICKY) تھا اس نے (۲۹ رجنوری) ۱۷۸۰ء میں "ہکیز بنگال گزٹ" (HICKY'S BENGAL GAZETTE) جاری کیا تھا [۴]

---

۱ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "اردو اِنسائیکلوپیڈیا آف اِسلام" (اردو دائرۃ المعارف اِسلامیہ) جلد ۷ صفحات ۱۸۰ تا ۱۹۴ مطبوعہ یونیورسٹی آف پنجاب لاہور ۱۹۷۱ء

۲ اُردو اِنسائیکلوپیڈیا آف اِسلام جلد ۷ صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء

۳ اہل ہند کی مختصر تاریخ صفحہ ۴۹۳ مطبوعہ دہلی ۱۹۶۸ء

۴ انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ صفحہ ۱۲۷ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء

ہندوستان کے اس اوّلین اخبار کے متعلق ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں کہ یہ اخبار ۸ × ۱۲ انچ سائز کے چار صفحات پر مشتمل ہوتا تھا اس میں زیادہ تر اشتہار ہوتے تھے۔ مضامین زیادہ تر ایسے ہوتے تھے جن میں کمپنی کے ارباب بست وکشاد کے خلاف زہریلے اشارات کیے جاتے تھے۔ لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ خیالی ڈرامے میں مضحکہ خیز کردار مخالفتوں کو دیئے جاتے تھے ان کے اصل نام تو درج نہیں ہوسکتے تھے لیکن فرضی نام اس طرح رکھے جاتے تھے کہ قارئین صاف پہچان جاتے کہ کس کی طرف اشارہ ہے اس نے کمپنی کے عام ملازمین سے لے کر گورنر جنرل وارن ہسٹنگز تک کو اپنے تیر ونشتر کا نشانہ بنایا اور ان کی نجی زندگی کے تاریک پہلو بے نقاب کیے یہاں تک کہ مسز ہسٹنگز کے خلاف بھی فحش اشارے کیے ۱؎

ہکیز بنگال گزٹ کی ایک فائل کلکتہ کی نیشنل لائبریری میں اور دوسری لندن کے انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے۔

ہندوستان کے دوسرے اخبار کے متعلق عتیق صدیقی نے لکھا ہے کہ "ہکیز گزٹ" کے اجراء کے نو مہینوں کے بعد نومبر ۱۷۸۰ء میں "انڈیا گزٹ" کا کلکتہ سے اجراء ہوا جو ہندوستان کا دوسرا انگریزی ہفتہ وار تھا ۲؎ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا بیان ہے کہ انڈیا گزٹ کے مالک دو تاجر تھے ایک کا نام بی میسنک (B.MESSINK) تھا اور دوسرے کا پیٹر ریڈ (PETER REED) ان دونوں نے گورنر جنرل کی اجازت سے اخبار نکالا اور حکومت کو یقین دلایا کہ وہ سرکار دولت مدار کی مرضی کے مطابق چلیں گے۔ یہ اخبار بڑے سائز کے چار صفحات پر مشتمل ہوتا تھا ہر صفحے پر تین کالم ہوتے تھے کاغذ اور چھپائی اعلیٰ ہوتی تھی۔ اس کا ایک فائل پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ "انڈیا گزٹ" اکثر ہکی کے خلاف لکھا کرتا تھا۔ "انڈیا گزٹ" کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں 'اخبار دربار معلیٰ' کے حوالے سے دہلی کے مغل دربار کی تمام خبریں چھپا کرتی تھیں ۳؎

ہکیز گزٹ اور انڈیا گزٹ کے اجراء کے بعد انگریزی اخبارات کے اجراء کی راہ ہموار

۱؎ صحافت پاکستان و ہند میں ص ۲۵ تا ۲۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء

۲؎ ہندوستانی صحافت کے دو سو سال، ص ۱۱ مطبوعہ ماہنامہ "آجکل" نئی دہلی، جنوری ۱۹۸۰ء

۳؎ صحافت پاکستان و ہند میں ص ۲۷ تا ۲۸

ہوگئی چنانچہ کلکتہ ہی سے ۴؍مارچ ۱۷۸۴ء کو ہندوستان کے تیسرے انگریزی ہفت روزہ اخبار "کلکتہ گزٹ" کا اجراء ہوا۔[1] ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا بیان ہے کہ اس اخبار کی ادارت کے فرائض فرانسس گلیڈون کے سپرد ہوئے جو اس زمانے کا مشہور اور ممتاز ادیب اور مترجم تھا اس نے فارسی کی بے شمار کتابیں انگریزی میں منتقل کی تھیں۔[2]

شمالی ہند میں انگریزی صحافت کی ابتداء

شمالی ہند کا پہلا انگریزی چھاپا خانہ ۱۸۲۲ء میں کانپور میں قائم ہوا۔ اس چھاپے خانے کے بانی سیم ویل گرین وے تھے اور اسی چھاپے خانے سے شمالی ہند کا پہلا انگریزی اخبار "کانپور ایڈورٹائزر" کے نام سے شائع ہوا۔[3]

۱۸۳۰ء میں کانپور کے اس چھاپے خانے کی ایک شاخ میرٹھ میں قائم کی گئی۔ انگریزی چھاؤنی ہونے کی وجہ سے ان دنوں شہر میرٹھ شمالی ہند میں انگریزوں کا بڑا مرکز بن گیا تھا۔ ۱۸۳۱ء میں "میرٹھ آب زرور" کا اجراء ہوا۔ ۱۸۳۵ء میں ماہوار "میرٹھ یونیورسل میگزین" جاری ہوا۔ یہ شمالی ہند کا پہلا انگریزی رسالہ تھا لیکن زیادہ دنوں تک چل نہ سکا۔

ڈاکٹر ہنڈرسن نے نومبر ۱۸۳۲ء میں "آگرہ اخبار" جاری کیا جو عرصہ تک جاری رہا اور اس کا شمار ہندوستان کے بہترین انگریزی اخباروں میں ہونے لگا تھا۔

۱۸۳۳ء میں دہلی کے پہلے اخبار کا دہلی گزٹ کے نام سے اجراء ہوا۔ یہ انگریزی زبان کا ہفتہ وار اخبار تھا۔ اس اخبار کا اپنا چھاپہ خانہ بھی تھا جو دہلی کا پہلا چھاپہ خانہ تھا۔ دہلی گزٹ کا آخری نمبر ۱۱؍مئی ۱۸۵۷ء کو شائع ہوا۔ دہلی گزٹ کے علاوہ اور بھی اخبارات کا دہلی سے اجراء ہوا۔

الہ آباد کا پہلا چھاپا خانہ ۱۸۳۶ء میں قائم ہوا۔ اسی چھاپے خانے سے "سنٹرل فری پریس جرنل" کے نام سے ایک اخبار جاری ہوا جو الہ آباد کا پہلا اخبار تھا۔ غرض

---

۱ ۔ نٹراجن: اے ہسٹری آف دی پریس ان انڈیا ص ۱۹ مطبوعہ ۱۹۶۲ء

۲ ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "صحافت پاکستان و ہند میں" ص ۲۸

۳ ۔ عتیق صدیقی: ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں) ص ۲۲۸

"ہندوستانی اخبار نویسی"[۱] کے مصنف کا بیان ہے کہ ۱۸۳۶ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک عیسائی مبلغوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز شمالی ہند کو بنالیا تھا۔ چنانچہ بنارس، مرزا پور، الٰہ آباد، آگرہ اور لدھیانہ میں انھوں نے اپنے چھاپے خانے قائم کیئے اور ان میں سے بیشتر چھاپے خانوں سے انگریزی، فارسی اور اُردو کے اخبار و رسائل نکالے۔

اس نوبت پر اس کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ ۱۸۶۵۲ میں" فرنگستان کے ماتحت ملکوں میں جملہ دو ہزار نوسو چوالیس (۲۹۴۴) انگریزی اخبار جاری تھے اس کی تفصیل مدراس کے " اعظم الاخبار" میں درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ" امریکہ میں ۱۴، اسپین میں ۲۴، پرتگال میں ۲، ہندوستان میں ۲۴، بلجیم میں ۶۵، رُوس و پولینڈ میں ۹۰، پیرس میں ۲۰، جرمن میں ۳۲، ایرلینڈ میں ۵۰۰ اور جزیرہ امریکہ میں ۱۸۰۰ وغیرہ۔ جملہ دو ہزار نو سو چالیس پرچہار فقط انگریزی اخبار نامے جو آج کل مُروّج ہیں۔"

(اعظم الاخبار' مورخہ یکم جولائی ۱۸۶۵۲)

جنوبی ہند میں صحافت کا آغاز

جنوبی ہند میں بھی صحافت کا آغاز ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد ہی میں انگریزی اخبارات سے ہوا۔ ہندوستان کے پہلے اخبار "ہکیز گزٹ" کلکتہ کے اِجراء (۱۷۸۰ء) کے پُورے پانچ سال بعد ۱۷۸۵ء میں جنوبی ہند میں صحافت کا مدراس سے آغاز ہُوا۔

مدراس میں صحافت کی ابتداء

شہر مدراس کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی سرزمین سے جنوبی ہند کا پہلا اخبار "مدراس کوریر" (MADRAS COURIER) کے نام سے ۱۲ر اکتوبر ۱۷۸۵ء کو شائع ہوا۔ اس اخبار کے اڈیٹر اور مالک رچرڈ جان اِسٹون (RICHARD JOHN STONE) تھے۔ عتیق صدیقی اس اخبار کے متعلق مزید لکھتے ہیں کہ یہ ہفتہ وار دو ورقی اخبار تھا۔ ولایت سے جب اخبار آتے تو ایک ورق اور بڑھا دیا جاتا۔ پہلے دو صفحوں پر ولایتی اخباروں کا خلاصہ ہوتا تھا تیسرے صفحے پر ہندوستان کی خبریں اور نامہ نگاروں کی

---

۱ ۔ عتیق صدیقی : ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں) ص ۸۱ مطبوعہ دہلی ۱۹۶۵ء

چھٹیاں درج کی جاتی تھیں اور چوتھا صفحہ نظم ادبی مضمون اور اشتہار کے لیے وقف ہوتا تھا اخبار کا سائز ۲۰ × ۱۲ انچ ہوتا تھا۔ یہ اگرچہ باضابطہ سرکاری اخبار نہ تھا مگر مدراس کی حکومت اس کی حمایت و سرپرستی ضرور کرتی تھی۔ چنانچہ کمپنی کا سرکاری نشان بھی اخبار کے سرورق کی زینت ہوا کرتا تھا۔ سرکاری اشتہارات جو اب تک سی گیٹ (SEA GATE) پر چسپاں کئے جاتے تھے وہ اب "مدراس کوریر" کے صفحات میں چھپنے لگے تھے۔ اخبار کی قیمت صرف ایک روپیہ ماہوار تھی جو اس دور کے کلکتے کے اخباروں کی قیمتوں کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ حکومت نے ازراہ امداد و سرپرستی مدراس پریسیڈنسی کے حدود میں اخبار کے لیے محصول ڈاک معاف کر دیا تھا۔ بمبئی کی حکومت بھی اس اخبار کی خریدار تھی۔[۱] تقریباً آٹھ سال تک "مدراس کوریر" مدراس کے علاقے کا واحد اخبار رہا۔

۱۷۹۲ء میں ہیوج بائیڈ (HUGH BOYD) نے اپنا ایک ذاتی اخبار ہرکارو (HARKARO) کے نام سے نکالا یہ مدراس کا دوسرا ہفتہ وار اخبار تھا۔[۲] لیکن ابھی ایک برس گزرا تھا کہ بائیڈ کا انتقال ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی "ہرکارو" بھی بند ہوگیا۔[۳]

جنوری ۱۷۹۵ء میں مدراس گزٹ (MADRAS GAZETTE) کے نام سے ولیم سن (WILIAAM SON) نے ایک اخبار جاری کیا جو مدراس کا تیسرا ہفتہ وار اخبار تھا۔ یہ اخبار کمپنی کے حکام کو پسند نہ تھا چنانچہ اس پر سنسرشپ عائد کر دی گئی۔

مدراس گزٹ کے اجراء کے ایک مہینے بعد ہمفریز (HPMPHREYS) نے انڈیا ہیرلڈ (INDIA HERALD) کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار جاری کیا۔ یہ مدراس کا چوتھا انگریزی اخبار تھا۔[۴] ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں کہ "انڈیا ہیرلڈ حکومت سے اجازت لیے بغیر جاری کیا گیا تھا اس لیے اس کے ایڈیٹر ہمفریز کو فوراً گرفتار کر کے انگلستان روانہ کر دیا گیا لیکن یہ شخص جہاز سے غائب ہوگیا اور پھر اس کا سراغ نہ ملا۔[۵]

۱، ۲۔ عتیق صدیقی : ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں) ص ۸۲

۳۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید : صحافت پاکستان و ہند میں ص ۳۱

۴۔ محمد عتیق صدیقی : ہندوستانی اخبار نویسی ص ۸۳

۵۔ صحافت پاکستان و ہند میں ص ۳۲

مدراس میں سنسرشپ

مدراس گزٹ میں ہمفریز نے ۱۷۹۵ء میں کچھ ایسی خبریں شائع کیں جن کی اشاعت گورنمنٹ مدراس کو سخت ناگوار گذری چنانچہ حکومت نے یہ حکم دے دیا کہ مدراس گزٹ کی اشاعت سے قبل اس کے پروف ملٹری سکریٹری کے سامنے معائنے کے لیے پیش کیے جائیں۔ اب تک سنسر کا یہ طریقہ ہندوستان میں کسی اخبار کے ساتھ نہیں برتا گیا تھا ساتھ ہی حکومت نے ایک اور حکم بھی جاری کیا جس کی زد میں مدراس کے اور اخبار بھی آگئے یعنی محصول ڈاک کی مراعاتیں واپس لے لی گئیں۔ جب اخباروں نے شور مچایا اور اس کے خلاف شدید احتجاج کیا تو یہ طے پایا کہ محصول ڈاک اخباروں کے بجائے خریداروں سے وصول کیا جائے۔ اس نئے حکم کا اثر براہِ راست خریداروں پر پڑا اور اس طرح اخباروں کی قیمت میں اضافہ ہو گیا [1]

بمبئی میں صحافت کی ابتداء

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی تحقیق کے بموجب بمبئی کا پہلا اخبار بمبئی گزٹ ...... (BOMBAY GAZETTE) تھا اور دوسرا بمبئی ہیرلڈ (BOMBAY HERALD) بمبئی گزٹ ۲۵ رجون ۱۷۹۰ء کو جاری ہوا۔ بمبئی ہیرلڈ ۱۳ رجولائی ۱۷۹۰ء کو جاری ہوا۔ ان بیانات کی تصدیق "کلکتہ کرانیکل" کے ۲۹ رجولائی اور ۱۲ راگست کے پرچوں سے ہو سکتی ہے جس کا فائل پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے [2] عتیق صدیقی نے ۲۹ رجون ۱۷۹۰ء کے "کلکتہ گزٹ" کے حوالے سے جس میں "بمبئی گزٹ" کا اشتہار شائع ہوا ہے بتاتے ہیں کہ بمبئی گزٹ میں بمبئی کی تجارتی و تفریحی خبروں کے علاوہ ڈچ اور پرتگالی نو آبادیوں کی خبریں نیز خلیج فارس، جزیرہ آرموز اور مالابار کے ساحلی علاقوں سے لے کر کیپ کیمرن تک کے دیسی شہروں کی خبریں شائع کی جاتیں اخبار کا سالانہ چندہ چالیس روپیے تھا اور فورٹ ولیم کلکتہ اور فورٹ سینٹ جارج مدراس کی پریسیڈنسیوں میں یہ اخبار بلا محصول ڈاک روانہ کیا جاتا تھا [3]

۱ـہ ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں) ص ۸۳
۲ـہ صحافت پاکستان و ہند میں ص ۳۲
۳ـہ ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں) ص ۸۴

حیدرآباد میں صحافت کی ابتداء

مدراس اور بمبئی کے مقابلے میں حیدرآباد میں صحافت کا آغاز تقریباً اسّی '۸۰' سال بعد ۱۸۶۴ء میں ہوا۔ حیدرآباد دکن کے پہلے اخبار کے متعلق مولوی نصیرالدین ہاشمی مرحوم لکھتے ہیں :

" حیدرآباد میں بھی اخبار کا آغاز انگریزی اخبار سے ہوا ہے۔
حیدرآباد کا پہلا انگریزی اخبار " دکن ٹائمس " تھا جو ۱۸۶۴ء میں
شائع ہونے لگا "۔ [1]

" بستان آصفیہ" کے مولف نے اس اخبار کے متعلق مزید صراحت کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ اخبار ابتداء میں نو مسلم عبدالقادر مرحوم نے سکندرآباد سے جاری کیا بعدازاں ڈاکٹر سامسن اور فاربس وکیل کی شرکت سے چلایا۔ ۱۸۸۵ء میں شاہ پورجی چینائی نے پریس مع ملکیت اخبار خرید کر کے مسٹر گریبیل کی شرکت سے چلایا بعدازاں ۱۸۹۱ء میں سرکار عالی نے مطبع اور اخبار کو خرید کر کے بند کر دیا۔ [2]

بنگلور و میسور میں صحافت کی ابتداء

بنگلور و میسور میں ~~انگریزی اور~~ اردو صحافت کا آغاز ۱۸۵۷ء کے بعد ہوا۔ یہاں کے پہلے انگریزی اخبار کے متعلق محققین خاموش ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے " بنگلور ہیرالڈ " یہاں کا پہلا انگریزی اخبار تھا۔ مدراس کے ایک قدیم اردو اخبار " اعظم الاخبار " میں اکثر " بنگلور ہیرالڈ " کے حوالے سے خبریں شائع ہوتی تھیں چنانچہ ۱۸۵۱ء کے بعض شمارے ہماری نظر سے گذرے ہیں جن میں " بنگلور ہیرالڈ " کے حوالے سے خبریں جاری کی گئی ہیں۔ یہ اخبار ۱۸۶۹ء میں بھی شائع ہو رہا تھا کیونکہ اس سنہ کے " مظہر الاخبار " (مدراس) میں بنگلور ہیرالڈ کے حوالے سے خبریں موجود ہیں۔ ڈاکٹر حبیب النساء " ریاست میسور میں اردو کی نشو و نما " میں لکھتی ہیں کہ بنگلور میں ۲ دو اخبار جاری تھے 'بنگلور ہیرالڈ' ہفتہ میں ۲ دو مرتبہ شائع ہوتا تھا اسکے علاوہ انگریزی 'کنڑی ہفتہ وار اخبار بھی جاری تھا۔ علاوہ بریں یہاں صوبہ مدراس کے اخبارات بڑے شوق سے پڑھے جاتے تھے۔

---

[1] دکن میں اردو (چھٹا ایڈیشن) ص ۳۶ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۲ء

[2] مانک راؤ وٹھل راؤ : بستان آصفیہ (جلد اول) ص ۲۰۳ مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۰۹ء

علاقائی زبانوں کی صحافت کی ابتداء

بنگالی | برعظیم کی علاقائی زبانوں میں بنگالی کو یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلے اسی زبان میں اخبار اور رسالے جاری ہوئے۔ بنگالی صحافت آہستہ آہستہ ترقی کرتی چلی گئی ۱۸۲۴ء اور ۱۸۲۶ء کے درمیانی عرصے میں چار بنگالی اخبار موجود تھے۔ تین کلکتہ میں اور ایک سی رامپور میں۔ ۱۸۳۰ء میں ان کی تعداد سولہ ہوگئی جن میں تین روزنامے بھی شامل تھے اس عہد کے بنگالی اخبارات میں چند ایسے بھی تھے جن میں فارسی صفحات بھی شامل ہوتے تھے۔ مثلاً "بنگادوت" فارسی اور بنگالی دونوں زبانوں میں بیک وقت چھپتا تھا۔ راجہ رام موہن رائے نے اپنی اصلاحی تحریک کے لیے بنگالی اور فارسی صحافت کو ذریعہ بنایا تھا۔

ہندی | ہندی زبان کا اولین اخبار ۳۰ مئی ۱۸۲۶ء کو کلکتہ سے جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر منوہاکر تھے لیکن ڈیڑھ سال سے زیادہ جاری نہ رہ سکا۔ ۱۸۳۶ء میں کلکتہ سے "پرجامتر" اور ۱۸۴۹ء میں "جگ دیپک بھاسکر" نکلا لیکن یہ اخبارات ناکام رہے۔ ۱۸۵۴ء میں کلکتہ سے ہندی کا پہلا روزنامہ "سماچار سدھا درشن" جاری ہوا۔[۲]

تامل | تامل زبان کی صحافت کا آغاز عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں سے ہوا۔ پہلا اخبار ۱۸۵۵ء میں "راج ورتی بودھینی" کے نام سے نکلا۔ اسی سال "دینا ورتمانی" کے نام سے ایک اور ہفتہ وار اخبار شائع ہونے لگا۔ یہ اخبارات عیسائیوں کی ملکیت تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ تامل بولنے والوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی جائے۔ اس لیے ان میں اس زمانے کے سیاسی اور معاشرتی مسائل پر کچھ نہیں لکھا جاتا تھا۔ ان جرائد کو سرکاری امداد حاصل تھی۔ ان اخبارات نے مقامی آبادی کو کوئی خاص متاثر نہیں کیا۔[۳]

تلگو | ہندوستان میں تلگو صحافت کا آغاز جنوبی ہند سے ہوا۔ پہلا تلگو اخبار ۱۸۳۸ء میں "سیتہ دوتا" (سچا پیغامبر) کے نام سے بلاری (کرناٹک) سے شائع ہوا۔ بعض محققین کا خیال ہے "ورتمانی" تلگو کا پہلا ہفتہ وار اخبار تھا جس کا اجرا ۱۸۲۸ء میں ہوا۔ ۱۸۴۶ء میں "ورتا ما تا رنگنی" ہفتہ وار اخبار مدراس سے شائع ہوا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر محمد رحمت اللہ تھے۔ انھیں تلگو زبان کے پہلے صحافی ہونے کا اعزاز حاصل ہے

۱ـ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "صحافت پاکستان و ہند میں" ص ۵۱ تا ۵۵ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء

۲،۳ـ "صحافت پاکستان و ہند میں" ص ۵۵، ۵۷

۱۸۴۲ء میں ایک ماہنامہ باتصویر ہفتہ وار السٹریڈر کے نام سے مچھلی بندر سے جاری ہوا۔ اس کا ایڈیٹر ایک انگریز تھا۔ اس اخبار میں عیسائی مشنری کا پرچار کیا جاتا تھا۔ برٹش میوزیم میں قدیم تلگو اخبارات موجود ہیں۔ ۱۸۵۰ء میں تلگو اخبارات کا کافی چلن رہا مذہبی، ادبی، سیاسی اور ثقافتی موضوعات پر قلم اُٹھایا گیا۔ ۱۸۶۲ء میں عیسائی مشنری کی جانب سے ایک روزنامہ " دن ورتہ مانی " مدراس سے جاری ہوا۔ یہ تلگو کا پہلا روزنامہ تھا۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کی خبریں عوام کی بول چال کی زبان میں ہوا کرتی تھیں ؎۱

مرہٹی : مرہٹی زبان کا پہلا اخبار " بمبئی درپن " تھا جو ۱۸۳۲ء میں پونا سے جاری ہوا تھا۔ اس میں انگریزی اور مرہٹی دونوں زبانوں کے مضامین چھپتے تھے۔ یہ اخبار حالات کا نہایت غیر جانبدار جائزہ پیش کرتا تھا۔ مرہٹی زبان کا پہلا ماہنامہ رسالہ " ڈگ درشن " تھا جو ۱۸۴۰ء میں جاری ہوا۔ ۲ / جولائی ۱۸۴۰ء کو خالص مرہٹی زبان کا پہلا اخبار " ممبائی اخبار " کے نام سے جاری ہوا لیکن چند ماہ بعد بند ہوگیا۔ اس کے بعد کئی اور اخبار نکلے ان میں " اپدیش چندریکا " ہندو مذہب پر مسیحی مشنریوں کے حملوں کا جواب دیتا تھا ؎۲

علاقائی زبانوں کی صحافت کے اس مختصر سے تذکرے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عیسائی مشنریوں نے اپنے تبلیغی مقاصد کے لیے علاقائی زبانوں میں اخبار اور رسالے نکالے جب ہندو مذہب پر نکتہ چینی کی گئی تو دیسی باشندوں نے اس کا جواب دینے کے لیے اپنے اخبار جاری کر لیے۔ اسی زمانے میں راجہ رام موہن رائے نے اپنے اصلاحی تحریکوں کیلئے بنگالی میں "سمبد کومدی" اور فارسی میں " مراۃ الاخبار " جاری کیا ؎۳۔ قدامت پسند ہندوؤں نے بھی پرانی اقدار کی حفاظت کے لیے صحافت کا سہارا لیا۔ یہ سب اخبار خبروں کے لیے عموماً انگریزی ہمعصر اخباروں کے محتاج تھے۔ ان اخبارات میں مغربی علوم کے بارے میں مضامین بھی چھپتے تھے۔



؎۱ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "حیدرآباد کے تلگو اخبارات" مطبوعہ روزنامہ سیاست مورخہ ۷ / اپریل ۱۹۸۰ء

؎۲ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید : صحافت پاکستان و ہند میں ص ۵۷

؎۳ مراۃ الاخبار برعظیم میں فارسی زبان کا پہلا مطبوعہ اخبار تھا اس کا پہلا نمبر ۲۰ / اپریل ۱۸۲۲ء کو شائع ہوا۔

ہندوستان کے فارسی اخبارات

ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت سے قبل فارسی ہندوستان کی سرکاری زبان تھی۔ یہ زبان صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھی بلکہ پڑھے لکھے ہندو بھی فارسی بولتے اور لکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ راجہ رام موہن رائے کو جب اپنی مذہبی اصلاحی تحریک شروع کرنے کا خیال آیا تو انھوں نے فارسی زبان میں "مراۃ الاخبار" جاری کیا۔ محققین کا بیان ہے "مراۃ الاخبار" برعظیم میں فارسی زبان کا پہلا مطبوعہ اخبار تھا جس کا پہلا نمبر ۲۰ اپریل ۱۸۲۲ء کو شائع ہوا[۱] اس کے فوراً بعد "جام جہاں نما" کے منتظمین نے بھی محسوس کیا کہ اردو اخبار نہیں چل سکتا۔ چنانچہ انھوں نے بھی اپنے اخبار کی زبان بدل ڈالی۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا بیان ہے کہ ۱۸۵۷ء سے پہلے برصغیر میں فارسی زبان میں کل اُنیس اخبار جاری تھے[۲] فارسی صحافت کا سب سے بڑا مرکز کلکتہ تھا جہاں سے نو اخبار جاری ہوئے۔ دوسرا مرکز دہلی تھا جہاں سے دو اخبار نکلے۔ ان کے علاوہ آگرہ، بمبئی، مدراس، نئی رامپور، لدھیانہ، کراچی، سکھر اور پشاور سے ایک ایک اخبار جاری ہوا۔ انھیں میں سے چار اخبار سرکاری یا جماعتی سرپرستی میں چلے۔ مثلاً "جام جہاں نما" کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی حاصل تھی۔ "سراج الاخبار" دہلی، بہادر شاہ ظفر کا کورٹ گزٹ تھا۔ اخبار سہرام اور لدھیانہ اخبار عیسائی تبلیغی مراکز کے اہتمام میں جاری تھے[۳]

جنوبی ہند کی فارسی صحافت

۱۸۵۷ء سے پیشتر برصغیر میں فارسی کے ۲۲ اخبارات جاری ہوئے جن میں چار جنوبی ہند سے نکلتے تھے۔ مدراس سے ایک اور بمبئی سے تین فارسی اخبار شائع ہوتے تھے۔ حیدرآباد سے ۱۸۵۷ء کے اکیس[۲۱] سال بعد جنوری ۱۸۷۸ء میں ہفتہ وار "شفیق" جاری ہوا تھا۔ بنگلور و میسور سے کوئی فارسی اخبار شائع نہیں ہوا۔

مدراس | مدراس سے ۴ رشعبان ۱۲۶۴ھ م ۶ رجولائی ۱۸۴۸ء کو "اعظم الاخبار"

---

۱ ؎ ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں) ص ۱۴۹
۲ ؎ راقم الحروف کی تحقیق کے بموجب (۲۲) اخبار جاری تھے
۳ ؎ صحافت پاکستان و ہند میں ص ۵۷

کا اجراء عمل میں آیا تھا۔ یہ اگرچہ اُردو ہفتہ وار تھا لیکن اس میں فارسی صفحات بھی شامل رہتے تھے۔ کبھی دو صفحات کبھی ڈیڑھ صفحہ یا بعض وقت صرف ایک صفحہ فارسی کا شائع ہوتا تھا۔ خبریں اکثر کلکتہ کے "گلشن نوبہار" اور "سلطان الاخبار" کے علاوہ دہلی کے "قران السعدین" اور بمبئی کے "مجمع الاخبار" کے حوالے سے شائع ہوتی تھیں۔ فارسی صفحات پر مختلف علاقوں کی خبروں کے علاوہ، فارسی غزلیات بھی شائع ہوتی تھیں جن میں عبدالغفور "مہجور"، محمد مہدی علی خاں بہادر مرشد آبادی، "حشمت"، "حیدری" اور "فرحت" وغیرہ کی غزلیں قابلِ ذکر ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے "اعظم الاخبار" سے ۱۱ر مارچ ۱۸۵۲ء کے بعد سے فارسی صفحات ختم کر دیئے گئے کیونکہ اس کے بعد سے ۱۴ر اکتوبر ۱۸۵۲ء تک کے شمارے ہماری نظر سے گذرے ہیں جن میں فارسی صفحات شامل نہیں ہیں۔

بمبئی: بمبئی سے فارسی کے تین اخبارات جاری تھے یعنی "آئینہ سکندر"، "احسن الاخبار" اور "مجمع الاخبار"۔

۱۔ آئینہ سکندر | ۱۸۲۴ء میں فضل حق کی ادارت میں جاری ہوا۔ یہ اخبار مسٹر رامس کے پریس سے شائع ہوتا تھا یہ ایک فارسی ہفتہ وار تھا۔ بعد میں اس اخبار کا ضمیمہ اُردو میں بھی شائع ہونے لگا تھا۔[1] "آئینہ سکندر" ہی کے نام سے ایک فارسی اخبار کلکتے سے ۱۸۳۱ء میں جاری ہوا تھا۔ کلکتہ کے اخبار کا تذکرہ "صحافت پاکستان و ہند میں" میں موجود ہے۔ بمبئی کے اخبار کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں ہے۔

۲ احسن الاخبار | بمبئی سے ۹ر نومبر ۱۸۴۴ء کو "احسن الاخبار" جاری ہوا۔ یہ ایک فارسی ہفت روزہ اخبار تھا۔ دہلی میں اس اخبار کے نامہ نگار موجود تھے۔ اس اخبار میں قلعہ معلیٰ کی خبریں صحت کے ساتھ شائع ہوتی تھیں۔[2] اعظم الاخبار (مدراس) ۲۲ر جنوری ۱۸۵۲ء میں "احسن الاخبار" کے حوالے سے ایک نمونہ شائع ہوئی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار ۱۸۵۲ء میں بھی جاری تھا۔

۳ مجمع الاخبار | بمبئی سے "مجمع الاخبار" نامی ایک فارسی اخبار بھی نکلتا تھا لیکن

۱ـ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "بمبئی کا پہلا اُردو اخبار" "آئینہ سکندر" از نصیرالدین ہاشمی مطبوعہ ہفتہ وار "دورِ حیات" بمبئی۔ نیز رسالہ "نوائے ادب" بمبئی اپریل ۶۲ء

۲ـ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "آدھی صدی پہلے کے اُردو اخبار" از عبدالرزاق راشد مطبوعہ اُردو (اورنگ آباد) اکتوبر ۱۹۳۵ء

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، عتیق صدیقی اور ڈاکٹر میمونہ دلوی کی ''بمبئی میں اُردو'' میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا، حالانکہ یہ اپنے عہد کا مشہور اور ممتاز اخبار تھا۔ مدراس کے ''اعظم الاخبار'' اور دہلی کے ''معراج الاخبار'' میں ''مجمع الاخبار'' کے حوالے سے خبریں شائع کی جاتی تھیں۔ ''اعظم الاخبار'' کے ۱۸۵۱ء اور ۱۸۵۲ء کے متعدد شماروں میں ''مجمع الاخبار'' کی فارسی تحریریں ''بعینہٖ درج'' کی گئی تھیں۔

فارسی اخبارات کا تذکرہ ختم کرنے سے پہلے اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ کلکتہ کے ہفت روزہ اخبار ''ماہ عالم افروز'' نے انگریزوں کے انصاف کی قلعی کھولی تھی۔ کلکتہ ہی کے ''سلطان الاخبار'' نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف بڑی بے باکی سے اعتراضات کیے تھے۔ جس کی وجہ سے اس اخبار کے خلاف ۱۸۵۷ء میں مقدمہ چلا۔ کلکتہ ہی کے مشہور فارسی اخبار ''گلشن نوبہار'' کا چھاپہ خانہ ضبط ہوگیا تھا۔ ''دُوربین'' نامی ایک اور فارسی اخبار کے خلاف بھی مقدمہ چلا تھا۔ اُدھر پشاور کے فارسی اخبار ''مرتضائی'' کو نہ صرف خود بند ہونا پڑا بلکہ اس کا مدیر بھی گرفتار ہوگیا۔

ہندوستان کے فارسی اخبارات کا معیار کافی بلند تھا۔ یہ اخبارات فروغ علم کا ذریعہ تھے۔ ان میں جدید علوم کے بارے میں اچھے اچھے مضامین شائع ہوتے تھے اور معیاری غزلیات بھی چھپا کرتی تھیں۔

○○○

ہندوستان میں
اُردو صحافت کی ابتداء

مُغلیہ عہد میں فارسی ہندوستان کی سرکاری زبان تھی۔ اٹھارویں اور اُنیسویں صدی میں بھی فارسی زبان علمی اور اَدبی حلقوں میں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی کو اس برِعظیم کے وسیع خطوں میں عمل دخل حاصل ہوا تو اس نے اپنے "استحکام اور دوام" کے لیے ثقافت کے پُرانے نشان آہستہ آہستہ نیست و نابُود کرنے شروع کیے ۱۸۳۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے فارسی کی بجائے اُردو کو سرکاری زبان قرار دیا۔ اس انقلابی قدم سے اگرچہ اُردو کو بے حد ترقی ہوئی لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی کو اُردو سے کوئی عشق نہ تھا اس نے اُردو کی حوصلہ افزائی صرف اس لیے کی کہ اس سے سامراجی مفاد کو تقویت حاصل ہوتی تھی۔

۱۸۳۵ء میں گورنر جنرل ہندوستان سرچارلس مٹکاف نے اخبارات کو مختلف پابندیوں سے آزاد کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیسی زبانوں میں کئی اخبار نکل آئے اور ان زبانوں میں اُردو زبان سرفہرست تھی کیونکہ اسے سرکاری زبان کی حیثیت حاصل تھی۔ ۱۸۲۷ء میں لیتھو گرافی یعنی پتھر کی سستی چھپائی کا رواج شروع ہوا۔ اس طرح کتابت کے ذریعہ سے بہت سی نقلیں چھاپنے کا ارزاں ذریعہ ہاتھ آگیا۔ خود جرمنی میں یہ فن اٹھارویں صدی کے خاتمے کے قریب ایجاد ہوا تھا اور ہندوستان میں چالیس سال کے اندر ہی اُردو طباعت میں اس کا رواج عام ہوگیا۔ اُردو اور فارسی چھاپہ خانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ علامہ عبداللہ یوسف علی کا بیان ہے کہ ہندوستان میں لیتھو گرافی کا پہلا مطبع ۱۸۳۸ء کے قریب دہلی میں قائم ہوا پھر لکھنؤ نے بھی بہت جلد اس کی تقلید کی۔ [1]

یہ بات اہم ہے کہ مدراس میں لیتھو گرافی کا مطبع دہلی اور لکھنؤ سے پہلے قائم ہوا۔ "مدراس کے چھاپہ خانے" سے ۱۸۳۶ء میں اُردو کی پہلی داستان الف لیلیٰ

---

[1] انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ صہ۲۱۱ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء

"حکایات الجلیلہ" کے نام سے فورٹ سینٹ جارج کالج کے طلباء کے لیے شائع ہوئی تھی۔ اس ضخیم کتاب کا مطبوعہ نسخہ راقم الحروف کے پاس بھی موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۳۶ء سے پہلے ہی مدراس میں لیتھوگرافی کا مطبع قائم ہوچکا تھا۔ پرڈلکر نے اپنی تحقیقی کتاب "پرنٹنگ پریس ان انڈیا" میں جس کا اردو ترجمہ "ہندوستان میں چھاپہ خانہ" کے زیر عنوان ابھی حال میں ترقی اردو بورڈ نئی دہلی کی جانب سے شائع ہوا ہے، اس کتاب میں مصنف نے لکھا ہے کہ ۱۸۶۲ء میں مدراس میں دس چھاپہ خانے تھے لیکن راقم الحروف کی تحقیق ہے کہ ۱۸۵۷ء سے پیشتر ہی مدراس میں ایک درجن سے زیادہ چھاپہ خانے قائم ہوچکے تھے اور جن کے مالک مقامی ہندوستانی باشندے تھے۔ ان چھاپہ خانوں کا تذکرہ آئندہ صفحات میں کیا گیا ہے

غرض لیتھوگرافی کے پریس قائم ہوجانے سے اخبارات، رسالے، سرکاری اطلاعات مجالس قانون ساز کے قوانین کا اردو ترجمہ اور اس کے علاوہ اہم ادبی کتابیں چھپنے لگیں ایک طرف تو طباعت کی سہولتوں میں اضافہ ہونے سے تعلیم کی اشاعت میں مدد ملی اور دوسری جانب تعلیم کے منظم ہوجانے سے طباعت کی مانگ بڑھ گئی۔ اس طرح اردو زبان کی ترقی اخبار نویسی کی توسیع میں ممد معاون ثابت ہوئی۔ اردو صحافت کی ترقی میں ایک اور بڑا عنصر یہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی مغربی علوم کی نشر و اشاعت چاہتی تھی اور اس کے لیے اس نے صحافت کا سہارا لیا اور بعض اخباروں کی مالی سرپرستی شروع کی۔ اس کی صورت یہ تھی کہ حکومت بعض اخباروں کی ایک خاص تعداد افسروں اور اسکولوں و کالجوں کے لیے خرید لیتی تھی اس طرح بعض اخباروں کو معاشی سہارا مل گیا اور وہ ترقی کرنے لگے۔

اردو اخباروں کے متعلق جو منتشر اور محدود مواد اب تک سامنے آیا ہے اس کی روشنی میں محققین کا بیان ہے کہ اردو کا پہلا اخبار **"جامِ جہاں نما" کلکتہ** تھا چنانچہ عتیق صدیقی صاحب اپنی کتاب "ہندوستانی اخبار نویسی" میں لکھتے ہیں: "جامِ جہاں نما" اردو کا پہلا اخبار تھا جس کا پہلی بار ۱۸۲۲ء میں اور دوسری بار ۱۸۲۲ء میں اجراء ہوا تھا۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے بھی "صحافت پاکستان و ہند میں" "جام جہاں نما" ہی کو اردو کا پہلا اخبار قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس اخبار کا پہلا شمارہ بدھ کے دن ۲۷/ مارچ کو شائع ہوا تھا چند ہفتے کے بعد جب ناشرین نے محسوس کیا کہ اردو اخبار کی مانگ بہت کم ہے تو انھوں نے اسے فارسی زبان میں شائع کرنا شروع کیا۔ جون ۱۸۲۲ء

کے اواخر تک "جامِ جہاں نما" کی زبان فارسی ہو چکی تھی۔ ایک سال بعد "جام جہاں نما" نے پھر اُردو کی طرف رجوع کیا چنانچہ فارسی اخبار کو برقرار رکھتے ہوئے "جام جہاں نما" کا اُردو ضمیمہ شائع ہونے لگا۔ اس اُردو ضمیمے کے صفحۂ اوّل پر پیشانی کی دونوں جانب ایسٹ انڈیا کمپنی کی مہر ثبت ہوتی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس اخبار کو حکومت کی باقاعدہ سرپرستی حاصل تھی۔ منشی سدا سکھ اخبار کے ایڈیٹر تھے اور چھاپنے کی ذمہ دار کلکتہ کی ولیم پیٹرس کاپ کنس اینڈ کمپنی تھی۔

"جامِ جہاں نما" کلکتہ کے اِجراء (۱۸۲۲ء) کے بعد کم و بیش بارہ سال تک کسی اُردو اخبار کا پتہ نہیں چلتا۔ ۱۸۳۴ء میں بمبئی کے فارسی اخبار "**آئینہ سکندر**" نے اُردو ضمیمہ شائع کرنا شروع کیا اس اخبار کا ایک فائل مولوی نصیرالدین ہاشمی مرحوم کی نظر سے گزرا تھا ان کا بیان ہے: "آئینۂ سکندر اگرچہ فارسی اخبار تھا مگر ۱۸۳۴ء میں اس کا ضمیمہ اُردو میں شائع ہونے لگا۔ یہ اخبار ۱۲ × ۸ اً سائز کے بارہ صفحات پر ہر جمعرات کو بمبئی سے شائع ہوتا تھا اس کے ایڈیٹر فضل حق صاحب تھے اور مسٹر راس کے پریس میں طبع ہوا کرتا تھا۔[۱]

۱۸۳۶ء میں شاہ جہاں آباد دہلی سے "**دہلی اُردو اخبار**" کا اِجراء عمل میں آیا۔ اس کے ایڈیٹر شمس العلماء مولانا محمد حسین آزادؔ کے والد مولوی محمد باقر تھے۔ یہ ایک ہفت روزہ اخبار تھا۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں کہ: اس اخبار میں برعظیم کے گوشہ گوشہ سے خبریں اکٹھی کر کے چھاپی جاتی تھیں۔ مختلف درباروں، ریاستوں اور شہروں سے آنے والے اخبارات کے اقتباس بالالتزام شائع ہوتے تھے۔ یہ اخبار تعلیمی اداروں کی خبریں بطور خاص شائع کرتا تھا اس میں اَدبی مضامین کے علاوہ ذوقؔ، غالبؔ اور مومنؔ وغیرہ کی غزلیات بھی چھپتی تھیں۔ دہلی کے آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفرؔ اور ملکہ نواب زینت محل کا کلام بھی شائع ہوتا تھا۔ دہلی اُردو اخبار ۱۸۵۷ء میں بند ہو گیا[۲] اس کے ایڈیٹر مولوی محمد باقر مجاہد آزادی گولی سے اُڑا دیئے گئے اور صحافتی تاریخ میں زندہ جاوید ہو گئے ۱۸۳۷ء میں دہلی ہی سے "**سیّد الاخبار**" اور مرزاپور سے عیسائی مشنری

۱ـ بمبئی کا پہلا اُردو اخبار "آئینۂ سکندر" مطبوعہ دور حیات بمبئی۔
۲ـ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو صحافت پاکستان و ہند میں ص ۱۰۳ تا ۱۰۹
نیز دہلی اُردو اخبار مرتبہ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی مطبوعہ شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی ۱۹۷۲ء

سوسائٹی کی جانب سے "**خیر خواہ ہند**" کا اجراء عمل میں آیا۔

سیدالاخبار سرسید احمد خان کے بھائی سید محمد خان نے ۱۸۳۷ء میں دہلی سے "سیدالاخبار" جاری کیا تھا یہ ایک ہفت روزہ اخبار تھا۔" صحافت پاکستان و ہند میں" ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں کہ اس اخبار میں ایسے مضامین خاص اہتمام سے شائع ہوتے تھے جن میں قانونی مسائل پر روشنی ڈالی جاتی تھی اسی وجہ سے یہ اخبار وکیلوں میں ہردل عزیز تھا۔ ۱۸۴۶ء میں سید محمد خان کی وفات کے بعد سرسید احمد خان نے اس اخبار کو ترقی دینی چاہی یہ اخبار غالباً ۱۸۵۰ء میں بند ہو گیا۔

خیر خواہ ہند یہ اُردو کا پہلا رسالہ تھا اور ۱۸۳۷ء میں مرزاپور سے پادری آر۔ سی۔ ماتھر کی اِدارت میں نکلا تھا اس میں فارسی اور رومن رسم الخط میں مضامین چھاپے جاتے تھے لیکن زبان اُردو ہوتی تھی چند سال بعد یہ رسالہ بند ہو گیا اور ۱۸۶۱ء میں اس کا احیاء ہوا، اور یہ ناگری ہندی اور فارسی رسم الخط میں شائع ہونے لگا۔ اُردو "خیر خواہ ہند" کی ۵۰-۱۸۴۹ء کی فائلیں انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہیں۔ انڈیا آفس کی فہرستِ رسائل سے پتہ چلتا ہے کہ "خیر خواہ ہند" کے فارسی اور رومن رسم الخط کے رسالے الگ الگ شائع کیے جاتے تھے

۱۸۴۱ء میں مدراس سے ایک اُردو ہفتہ وار اخبار" جامع الاخبار" کا اِجراء ہوا۔
اس طرح ان اخباروں کے اِجراء کے بعد ہندوستان کے گوشے گوشے سے اُردو اخبارات جاری ہوئے۔

ہندوستان کے مختلف شہروں میں اُردو صحافت کی ابتداء

شمالی اور مغربی ہند میں اُردو اخباروں اور چھاپے خانوں کی کثرت کا دور ۱۸۴۵ء کے بعد شروع ہوتا ہے چنانچہ ذیل میں دہلی، آگرہ، بنارس، لکھنؤ، لاہور، سیالکوٹ ملتان، بمبئی اور بنگلور و میسور کے اوّلین اُردو اخبارات کا سنہ اِشاعت درج کیا جاتا ہے جس سے ہمارے بیان کی تصدیق ہو گی۔

دہلی دہلی اُردو اخبار ۱۸۳۶ء کے بعد اکتوبر ۱۸۴۳ء میں " مظہر حق" ۱۸۴۵ء میں "کریم الاخبار" کے علاوہ "صادق الاخبار" کے نام سے دو اخبار جنوری ۱۸۵۴ء اور جنوری ۱۸۵۶ء میں جاری ہوئے۔

آگرہ ۱۸۴۶ء میں "صدرالاخبار" ۱۸۴۷ء میں "اسعدالاخبار" ۱۸۴۸ء میں

"معیارالشعراء" ۱۸۴۹ء میں "قطب الاخبار" اور "اخبار النواح" جاری ہوئے۔ جنوری ۱۸۵۶ء میں منشی نول کشور نے "سفیرآگرہ" جاری کیا۔

بنارس اردو میں ۱۸۴۵ء میں بنارس گزٹ اور باغ وبہار ۱۸۴۹ء میں "مراۃ العلوم" اور ۱۸۵۲ء میں "آفتابِ ہند" جاری ہوئے

لکھنو پہلا اردو اخبار "لکھنؤ اخبار" کے نام سے ۲۴ر اپریل ۱۸۴۷ء کو جاری ہوا۔ اس کے علاوہ جولائی ۱۸۵۶ء میں "طلسم لکھنؤ" اور نومبر ۱۸۵۶ء میں "سحر سامری" کا لکھنؤ سے اجراء ہوا۔

لاہور "کوہِ نور" پنجاب کا پہلا اردو اخبار تھا۔ جس کا ۱۴ر جنوری ۱۸۵۰ء کو لاہور سے اجراء ہوا۔ اس کے ایڈیٹر منشی ہرسکھ رائے تھے۔ اس اخبار نے غیر معمولی ترقی کی۔ لاہور ہی سے ۱۸۵۲ء میں چشمۂ فیض اور ۱۸۵۳ء میں "ہمائے بے بہا" جاری ہوئے۔

سیالکوٹ ۱۸۵۳ء میں وکٹوریہ پیپر نکلا۔

ملتان ۱۸۵۲ء میں "ریاض نور" جاری ہوا۔

بمبئی جنوری ۱۸۵۵ء میں "کشف الاخبار" کا اجراء ہوا۔ "بمبئی میں اردو" میں ڈاکٹر میمونہ دلوی لکھتی ہیں :-

> "بمبئی کا سب سے قدیم اردو اخبار جو دستیاب ہوا ہے وہ کشف الاخبار ہے۔ کتب خانہ مدرسہ محمدیہ اور کریمی لائبریری میں اس اخبار کی کئی جلدیں موجود ہیں۔ یہ اخبار جنوری ۱۸۵۵ء میں جاری ہوا۔"

بنگلور بنگلور و میسور کے پہلے اخبار کے متعلق ڈاکٹر حبیب النساء "ریاست میسور میں اردو کی نشوونما" میں لکھتی ہیں :-

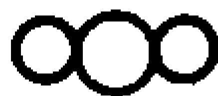
> "۱۸۶۰ء میں اردو کا پہلا اخبار "قاسم الاخبار" اسی شہر کے افقِ صحافت پر نمودار ہوا۔"

محمد سعید عبدالخالق صاحب نے "میسور میں اردو" میں "قاسم الاخبار" کے اجراء کی تاریخ ۱۸۶۵ء بتائی ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید بھی "صحافت پاکستان و ہند میں" "قاسم الاخبار" کا اجراء ۱۸۶۵ء ہی بتاتے ہیں۔

حیدرآباد دکن

اُردو صحافت کی ابتداء ایک طبّی سہ ماہی رسالہ "طبابت" سے ہوئی۔ اسے حکومت حیدرآباد کے میڈیکل کالج کے مہتمم جارج اِسمتھ نے ۱۲۷۳ھ م ۱۸۵۵ء میں جاری کیا۔ اس رسالے میں مریضوں پر عملِ جرّاحی کرنے اور ان کے صحت یاب ہونے کی رپورٹیں اور مُفید طبّی معلومات شائع ہوتی تھیں۔ رسالہ طبابت کی اِجرائی کے بعد علمی، اَدبی اور معاشرتی رسائل و جرائد کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا۔ رسالوں کے قطع نظر اخباروں کا آغاز ہفتہ وار اخبارات سے ہوا۔ "دکن میں اُردو" میں مولوی نصیرالدین ہاشمی نے حیدرآباد دکن کا پہلا اُردو ہفتہ وار اخبار "آصف الاخبار" کو قرار دیا ہے جو ۱۸۷۸ء میں جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر نارائن راؤ تھے لیکن "صحافت پاکستان و ہند میں" ڈاکٹر عبدالسّلام خورشید نے لکھا ہے کہ "خورشید دکن" حیدرآباد کا پہلا اخبار تھا جو ۱۸۷۷ء میں جاری ہوا اور ایک سال بعد بند ہوگیا۔ اس کے ایڈیٹر مرزا کاظم غازی تھے۔ حیدرآباد کا پہلا روزنامہ اُردو اخبار "ہزار داستان" ہے جو ۱۸۸۵ء میں جاری ہوا۔ مولوی محمد سُلطان عاقل شاگردِ غالبؔ اس کے ایڈیٹر تھے۔

اس طرح مندرجہ بالا اخباروں کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے مدراس میں اُردو صحافت کا آغاز آگرہ، بنارس، لکھنؤ، لاہور، سیالکوٹ، مُلتان، بنگلور اور حیدرآباد وغیرہ سے بہت پہلے ہوچکا تھا۔



جنوبی ہند میں
اُردو صحافت کی اِبتداء

جنوبی ہند میں اُردو صحافت کا باقاعدہ آغاز ۱۸۴۱ء میں "جامع الاخبار" کے اجراء سے ہوا۔ مدراس کا یہ اوّلین اخبار ہندوستان کے قدیم ترین اخباروں میں سے ایک ہے لیکن بہت کم ارباب علم اس حقیقت سے واقف ہیں۔ اب تک جن محققین نے مدراس کی اُردو صحافت پر قلم اُٹھایا ہے انھوں نے اپنے موضوع سے کما حقہ انصاف نہیں کیا ہے۔

"مدراس میں اُردو" میں مولوی نصیر الدین ہاشمی نے سب سے پہلے مدراس کی اُردو صحافت پر مختصر سی روشنی ڈالی لیکن اس کتاب میں بھی مدراس کی ابتدائی صحافت پر کوئی تفصیلی مواد نہیں ملتا۔ ہاشمی صاحب نے اس کتاب میں بہت مابعد کے ایک اخبار "عمدۃ الاخبار" کو مدراس ہی کا نہیں اُردو کا سب سے پہلا اخبار قرار دیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :۔

> "ہمارا خیال ہے اُردو کا پہلا اخبار غالباً "عمدۃ الاخبار" ہوگا جو مدراس سے شائع ہوا ہے اگرچہ اس کے اجرائی کا صحیح سنہ ہنوز تحقیق کے ساتھ تعین نہیں کیا جاسکتا لیکن گمان غالب ہے کہ اس کی اجرائی عمدۃ الامراء کے زمانہ ($\frac{\text{۱۲۱۰ھ}}{\text{۱۷۹۶ء}}$ تا $\frac{\text{۱۲۱۶ھ}}{\text{۱۸۰۲ء}}$) میں ہوئی ہے اور ان کے نام "عمدۃ الامراء" پر ہی "عمدۃ الاخبار" رکھا گیا ہے ممکن ہے ہمارا خیال صحیح ہو اور ممکن ہے غلط ہو مگر اس میں شک نہیں کہ "عمدۃ الاخبار" مدراس کا پہلا اخبار تھا۔"

پروفیسر قاسم علی سجن لال (سابق صدر شعبۂ تاریخ عثمانیہ یونیورسٹی) نے "ٹوپوز پیپرز آف مدراس" مطبوعہ انگریزی رسالہ اسلامک کلچر" جلد (VIII ×) میں اور ڈاکٹر عبدالحق مرحوم سابق پرنسپل گورنمنٹ آرٹس کالج مدراس نے اپنے مقالے " مدراس کے اُردو اخبا

اور رسائل" (مطبوعہ رسالہ اُردو اپریل ۱۹۴۱ء) میں مدراس کے ایک اُردو ہفتہ وار "اعظم الاخبار" کو مدراس کا پہلا اخبار قرار دیا ہے۔ عتیق صدیقی صاحب نے بھی اپنی کتاب "ہندوستانی اخبار نویسی" میں "اعظم الاخبار" ہی کو مدراس کا پہلا اُردو اخبار تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"مدراس کا پہلا اخبار "اعظم الاخبار" تھا جس کا محرم ۱۲۶۵ھ م ۱۸۴۸ء میں اجراء ہوا تھا"

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے اپنی کتاب "صحافت پاکستان و ہند میں" ڈاکٹر عبدالحق مرحوم کی معلومات درج کی ہیں اور "اعظم الاخبار" ہی کو مدراس کا پہلا اخبار قرار دیا ہے مولوی نصیر الدین ہاشمی نے "مدراس میں اُردو" کی اشاعت کے برسوں بعد اپنے ایک مضمون "مدراس میں اُردو کا کچھ نیا مسالہ" (مطبوعہ "نوائے ادب" بمبئی اپریل ۱۹۵۷ء) میں "اعظم الاخبار" کو مدراس کا پہلا اخبار قرار دیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"مدراس میں اُردو" میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ "عمدۃ الاخبار" غالباً مدراس کا پہلا اُردو اخبار ہوگا جو عمدۃ الامراءؔ" کے نام پر شائع ہوا تھا چونکہ یہ اخبار ہماری نظر سے نہیں گذرا تھا صرف چند تاریخی معلومات سے یہ قیاس کیا گیا تھا لیکن اب جو مواد حاصل ہوا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ مدراس کا اُردو اخبار جس کو پہلا اخبار کہا جا سکتا ہے وہ "اعظم الاخبار" ہے"

راقم الحروف کو دوران تحقیق پتہ چلا کہ "جامع الاخبار" مدراس کا پہلا اُردو اخبار تھا۔ اس کی اشاعت "اعظم الاخبار" سے سات سال پہلے ہوئی تھی۔ "جامع الاخبار" پہلی مرتبہ یکم ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ م ۱۸۴۱ء کو شائع ہوا جبکہ "اعظم الاخبار" کی پہلی جلد کا پہلا شمارہ ۴ر شعبان ۱۲۶۴ھ م ۶ر جولائی ۱۸۴۸ء کو شائع ہوا تھا۔

(اعظم الاخبار کی پہلی جلد کا پہلا شمارہ کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں محفوظ ہے) کتب خانہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد میں "جامع الاخبار" کی بارویں جلد ۱۲۶۹ھ م ۱۸۵۲ء موجود ہے جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی اجرائی ۱۲۵۷ء م ۱۸۴۱ء میں عمل میں آئی تھی چنانچہ بارہویں جلد کے پہلے ہی شمارے میں

جو دوشنبہ ۴ر محرم ۱۲۶۹ھ م ۱۸ر اکتوبر ۱۸۵۲ء کو شائع ہوا تھا۔ "جامع الاخبار مدراس ۴ر محرم ۱۲۶۹ھ" کے عنوان کے تحت یہ عبارت لکھی گئی ہے:

"الحاصل بنا اس کا غذ کا پہلی ذی حجہ (ذی الحجہ) ۱۲۵۷ھ قدسی میں پڑا۔"

"جامع الاخبار" مورخہ ۱۵ر ربیع الاول ۱۲۶۹ھ م ۲۷ر ڈسمبر ۱۸۵۲ء میں بتایا گیا ہے کہ جس وقت یہ اخبار ۱۲۵۷ھ میں جاری ہوا تھا اس وقت مدراس سے اور کوئی اُردو یا فارسی اخبار نہیں نکلتا تھا:

"یہ اَضعفُ العباد ۱۲۵۷ھ قدسی میں دارالسلطنت مدراس کے بیچ کوئی ہندی و فارسی یا اور کچھ السنہ اسلامی میں کا غذ اخبار جاری نہیں تھا سو حال خوب واقف ہونگے ایک کاغذ اخبار اس ریاست میں بے دینوں کی جواب دندان شکنی کے واسطے بنا کر نامناسب وا حسن جان کے بنا کیا۔"

اسی شمارے میں "نقل اِطلاع نامہ ادبی مطابق اصل" شائع کیا گیا ہے اس میں بھی بتایا گیا ہے کہ "جامع الاخبار" پہلی بار یکم ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ میں شائع ہوا تھا۔ غرض صاحب "جامع الاخبار" سید رحمت اللہ کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ "جامع الاخبار" کی اِشاعت سے قبل اُردو یا فارسی یا کسی اور السنہ اسلامی میں کوئی اخبار مدراس سے شائع نہیں ہوتا تھا۔ ڈاکٹر محمد غوث صاحب نے بھی اپنے ایک مضمون "مدراس کے اُردو اخبارات۔ پہلا اخبار۔ جامع الاخبار" (مطبوعہ ہفتہ وار نفرت مدراس مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۶۳ء) اور احمد عبدالخالق صاحب نے اپنے مضمون "جنوبی ہند کا پہلا اُردو اخبار" (مطبوعہ "سب رس" حیدرآباد مئی ۱۹۴۳ء) میں یہی خیال ظاہر کیا ہے ــــ اور "جامع الاخبار" ہی کو مدراس کا پہلا اُردو اخبار تسلیم کیا ہے۔



مدراس کے
قدیم
اردو اخبارات

جامع الاخبار

'جامع الاخبار' مدراس 'ہندوستان کے قدیم ترین اُردو اخبارات میں ایک نمایاں حیثیت کا مالک ہے لیکن اس اخبار کے سنہ اِشاعت کے متعلق محققین بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں ۔"مدراس میں اُردو" میں گارسان دتاسی کے حوالے سے مولوی نصیرالدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ"جامع الاخبار ۱۸۶۰ء میں جاری ہُوا تھا جو ہفتہ وار تھا اور اس کے ایڈیٹر رحمت اللہ تھے۔ یہ اخبار سولہ صفحات پر مشتمل تھا اور ہر صفحہ میں دو کالم ہوتے تھے"۔ڈاکٹر عبدالحق مرحوم نے اپنے مقالہ " اُنیسویں صدی میں اُردو اخبار (مطبوعہ سہ ماہی اُردو' اپریل ۱۹۴۱ء) میں مدراس کے کئی رسائل و جرائد کا ذِکر کیا ہے لیکن "جامع الاخبار" کے بارے میں وہ کچھ نہیں بتاتے۔ محمد عتیق صدیقی نے " جامع الاخبار" کا سنہ اِجراء ۱۸۵۲ء لکھا ہے اور اس کی ضخامت آٹھ صفحات بتائی ہے۔" تاریخ صحافت اُردو" میں مولانا اِمداد صابری بھی "جامع الاخبار" کی اشاعت کا سنہ ۱۸۵۲ء ہی بتاتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

> "یہ اخبار ۱۸۵۲ء میں شائع ہوا۔ یہ اَخبار سفید دبیز کاغذ پر چھپتا اور آٹھ صفحوں پر نکلتا تھا ہر صفحے میں دو کالم ہوتے تھے اس کے ناشر سیّد رحمت تھے"۔[۲]

ڈاکٹر عبدالسّلام خورشید اپنے ضخیم مقالے میں "جامع الاخبار" کا سنہ اِجراء تو نہیں لکھا لیکن وہ اس اَخبار کا تذکرہ ۱۸۵۷ء کے بعد کے اخبارات کے سلسلہ میں کرتے ہیں۔ اس اخبار کے متعلق انھوں نے صرف ایک سطر لکھی ہے :

> "مدراس سے جامع الاخبار بھی جاری تھا اور اس کے مُدیر سیّد رحمت اللہ تھے"۔[۳]

---

۱ ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں) صفحہ ۳۱۰' مطبوعہ انجمن ترقیٔ اُردو علی گڑھ ۱۹۵۷ء

۲ تاریخ صحافت اُردو (دُوسرا ایڈیشن) صفحہ ۴۴۴' مطبوعہ ۱۹۶۷ء

۳ صحافت پاکستان و ہند میں' صفحہ ۱۳۰' مطبوعہ' مجلس ترقی اَدب لاہور ۱۹۶۳ء

پروفیسر قاسم علی سجن لال نے اپنے انگریزی مقالے "اے شارٹ ہسٹری آف اُردو نیوز پیپرس" میں جامع الاخبار کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اس طرح یہ تمام محققین "جامع الاخبار" کی اشاعت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ صفحات کی تعداد اور ناشر یا اڈیٹر کا نام بھی اُنھوں نے صحیح تحریر نہیں کیا ہے۔ "جامع الاخبار" کا ایک شمارہ بھی اِن محققین کی نظر سے نہیں گذرا۔ بڑی تحقیق اور چھان بین سے راقم الحروف کو اس اخبار کے کچھ شماروں کا پتہ چلا جو اوراقِ پریشاں کی طرح منتشر اور گوشۂ گم نامی میں بنگلور، مدراس اور حیدرآباد کے بعض پبلک اور نجی کتب خانوں میں پڑے ہوئے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

اِدارۂ ادبیاتِ اُردو حیدرآباد میں "جامع الاخبار" کے محرم ۱۲۶۹ھ م اکتوبر ۱۸۵۲ء تا محرم ۱۲۷۰ھ م اکتوبر ۱۸۵۳ء کے (۳۵) شمارے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ (شعبۂ مخطوطات) میں ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ م جنوری ۱۸۵۴ء تا ذالحجہ ۱۲۷۰ھ م اگست ۱۸۵۴ء کے (۱۷) شمارے ہیں۔ کتب خانہ مدرسہ محمدی رائے پیٹ مدراس میں 'جامع الاخبار' کے ۶ر شوال ۱۲۷۸ھ م ۷ر اپریل ۱۸۶۲ء اور ۱۳ر شوال ۱۲۷۸ھ م ۱۳ر اپریل ۱۸۶۲ء یعنی جلد نمبر (۲۲) کے دو شمارے نمبر (۳۹) اور (۴۰) موجود ہیں۔ جناب احمد عبدالخالق مصنف "میسور میں اُردو" کا بیان ہے کہ مسلم لائبریری بنگلور (معسکر بنگلور) میں 'جامع الاخبار' کی تیسری مکمل جلد (بابتہ ۱۸۴۳ء) موجود ہے۔[1] مدراس اور حیدرآباد کے تمام شمارے راقم الحروف کی نظر سے گذرے ہیں۔ ان شماروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ 'جامع الاخبار' فل اِسکیپ سائز کے آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ ہر صفحہ پر دو کالم ہوتے تھے، اس کی کتابت، طباعت اور کاغذ قابلِ تعریف ہے۔ خبروں کی ترتیب میں ایک خاص سلیقہ موجود تھا۔ اخبار کے پہلے صفحہ پر کسی قدر جلی گنجلک عربی اندازِ تحریر میں "جامع الاخبار" لکھا جاتا تھا اس کے نیچے خفی لیکن متن کی تحریر سے کسی قدر جلی عبارت میں یہ تحریر ہوتی:

'ہفتہ میں ایک بار پیر کے روز، اشتہار، قیمت اس کی ایک روپیہ ماہوار، اس کے بعد دو کالمی صفحہ کا آغاز ہوتا، پہلے صفحہ پر بہ عنوان "خلاصہ احکام سرکار دولت مدار مدراس" کے تحت حکومتِ مدراس کی خبریں اور احکامات شائع کیے جاتے تھے یہ التزام اخبار کے تمام شماروں میں ملتا ہے، اس عنوان کے تحت تقرر، تبدل، برطرفی وغیرہ کے اعلانات اور رفاہی اور فلاحی خبریں شائع کی جاتی تھیں۔' جامع الاخبار کے بقیہ سات صفحات مختلف شہروں اور ملکوں کی خبروں سے

---

[1] جنوبی ہند کا پہلا اُردو اخبار، صفحہ ۱۹، مطبوعہ ماہنامہ 'سب رس' حیدرآباد، مئی ۱۹۴۳ء

بھرے ہوتے۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں اور دُنیا کے مختلف ممالک کی تازہ خبریں اہتمام سے شائع ہوتی تھیں۔ اگرچہ خبروں کے حصول کا راست ذریعہ نہیں تھا۔ مختلف اخبارات و رسائل سے خبریں ملخص کی جاتی تھیں۔ پڑوسی ریاستوں اور مُلک کے دوسرے حصّوں خصوصاً حیدرآباد، دہلی، لکھنؤ رام پُور، پنجاب، سندھ، مُلتان، پٹیالہ، کوچین اور خاندلیس وغیرہ کی خبریں " اخباروں سے معلوم ہوا" کے جُملے سے شروع ہوتی تھیں۔ بیرونِ ملک برما، رنگون، نیپال، رُوس، چین، آسٹریلیا، کابل، بغداد شیراز، رُوم، فرانس اور لندن وغیرہ کی خبریں بھی انگریزی اخبارات کے حوالوں سے پیش کی جاتی تھیں۔ 'جامع الاخبار' میں " فرینڈ آف چائنا'، 'سی زن'، مارننگ کرانیکل'، 'بمبئی گزٹ'، 'بمبئی ٹیلی گراف'، دہلی گزٹ'، چندریکا'، مراۃُ الاخبار'، سُلطانُ الاخبار'، اَحسنُ الاخبار'، تعلیمُ الاخبار'، ریاضِ نُور'، جامِ جہاں نُما' 'تیسیرُالاخبار' اور دولتِ اسلام وغیرہ جیسے اخبارات کے توسط سے خبریں شائع کی جاتی تھیں۔ انگریزی خبروں کا آزاد اُردو ترجمہ شائع کیا جاتا تھا۔ غیر ممالک کی خبروں میں ممالکِ اِسلامیہ کی خبریں زیادہ شائع ہوتی تھیں۔ کبھی کبھار شعری تخلیقات بھی دی جاتی تھیں۔ اِداریہ بالالتزام پانچویں صفحہ پر شائع ہوا کرتا تھا۔ 'جامع الاخبار' کے آخری یعنی آٹھویں صفحے کے اختتام پر یہ عبارت ہوا کرتی تھی:

" مدراس کے مونٹ روڈ پہ بہرام جنگ بہادُر مرحوم کے باغ کی پہلی گلی کے چھاپے خانہ میں چھاپا گیا المشتہر سیّد رحمت اللہ"

'جامع الاخبار' اپنے وقت کا مشہور اور کثیرالاشاعت اُردو اخبار تھا۔ مدراس، بنگلور' اور حیدرآباد کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے حصّوں میں اس کے خریدار موجود تھے۔ اَخبار کا اپنا ایک پریس تھا۔ اس پریس نے جنوبی ہند میں اُردو زبان و ادب کی ترقی اور ترویج میں گراں قدر حصّہ لیا ہے اور اتنی کثیر تعداد میں اس کے مطبع سے کتابیں شائع ہوئی ہیں کہ ان کا آسانی سے شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اَخبار کی آمدنی معقول تھی وہ اشتہارات سے بے نیاز تھا۔

'جامع الاَخبار' کی پہلی ہی اشاعت یکم ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ م ۱۸۴۱ء میں اس کے ایڈیٹر سیّد رحمت اللہ نے اپنے اخبار کی پالیسی کا تفصیلی تذکرہ کیا تھا۔ یہی تفصیل اُنھوں نے بارہ سال بعد اپنے اَخبار کی جلد ۱۲ نمبر ۱۰ مورخہ ۲۰ر دسمبر ۱۸۵۲ء م ۸ر ربیع الاول ۱۲۶۹ھ میں نقل کی تھی اس کے مطالعے سے اس اَخبار کے متعلق بہت سے باتوں کا علم ہوجاتا ہے: "مدراس و کرناٹک کے حکومت میں رہنے والے حُکام و عظام و منصب داران والا نام و شُرفائے ذوی الاحترام کے خدمت میں التماس یہ ہے کہ اضعف العباد خیر خواہ خلق اللہ سیّد رحمت اللہ اِرادہ کیا ہے کہ ایک اخبار کا کاغذ 'جامع الاَخبار' نام زُبان ہندی میں واسطے ضیافت طبع خاص و انتفاع عام کے طبع

کرے اور اس میں مندرج رہیں ارباب کونسل کے تجویز سے مقرر ہوتے ہیں سو ملکی و مالی و لشکری احکام اور صدر کورٹ، سپریم کورٹ، ریونیو بورڈ، ملٹری بورڈ، پولیس پٹیل آفیس وغیرہ کے قوانین و آئین اور فوج کے کمانڈر ان چیف صاحب کے جنرل آرڈر و فرامین اور بھی مدراس اور اس کے حوالے میں ہیں سو کورٹ کچہریوں کے ضروری کمان و قانونان اور ایشائے متفرقہ اجناس غلہ وغیرہ کا نرخ خواہ مدراس میں ہو وے یا اس کے اطراف کے بستیوں میں، اور جہازوں کے آمد و رفت کا احوال اور تاجروں کو کونسی جنس کونسی بستی و گاؤں میں لے جانے سے ان کو نفع ملے گا سو اس کی خبر اور ساہوکار کمپنی کو بیوپاریوں والوں سے کیا کیا چیز مطلوب و ضرور پڑتی ہے سو اس کی اطلاع اور ہرّاج کس جگہ اور کونسی شاپ میں ہوتا ہے سو اس کی کیفیت ان کے سوائے اور بھی طرح طرح کے نوادر اور دلچسپ احوال اور دوسرے ملکوں و ولایتوں میں گذرتے سو عجیب وغریب کوائف غرض جس کے دیکھنے سے کمپنی کے نوکروں کو اہل قلم ہو دیں یا اہل شمشیر بلکہ کسی طرح کا بھی علاقہ و خدمات چھپنے والے اور معاملہ و تجارت کرنے والوں کو نفع عام و فائدہ نام ہو وے اور فقط دل بھلائی کے واسطے دیوینگے سو اشخاص کو بھی اس کی سیر سے بروقت فرحت تازہ و مسرت بے اندازہ اطلاع جہاں و تجربہ زماں حاصل ہو وے اپنے چھاپے خانے میں جو مونٹ روڈ پر بہرام جنگ بہادر کے باغ کے پہلی گلی میں واقع ہے۔ ذالجہ کے پہلی پیر سے ہر ہفتے میں ایک بار چھاپہ کر اشتہار دیوے اور اس کی قیمت ماہوار ایک روپیہ دینا پڑے گا اور جو صاحبان کر لینا چہتے دچاہتے ہیں اپنے درخواست کے ساتھ ایک روپیہ پیشگی کا بھیج کر رسید منگالیویں آیندہ بھی ماہ بماہ آگے پہنچاتے جاویں اگر کسی کو اپنا کچھ احوال اس اخبار نامے میں مشہور کرنا ہو وے تو اس چھاپے خانہ کو لکھ بھیجیں تو قانون کے موافق چھاپہ کر کر مشہور کیا جاویگا۔ پس صاحبان عالی شان سے یہ ہے کہ اس کاغذ ناچیز کو کہ حروف اس کے مانند زنگ آہنی کے ہیں اگر اپنی نظر کیمیاء اثر سے ملاحظہ فرماویں تو اُمید قوی ہے کہ وے طلائی خالص کے سے روشن ہو جاویں اور بہت استعانت گستر کو اپنے توشہ خاطر میں واسطے مطالعے اس کے جائے مداومت کے دیویں تو اس قلیل البضاعت کا مدعا کہ فقط قیام اس امر کا ہے بخوبی سرانجام پاوے۔ چھاپہ گیا ذیقعد کی پہلی تاریخ ۱۲۵۷ھ۔"

('جامع الاخبار' جلد ۱۲ نمبر ۱۰ مورخہ ۲۰ر ڈسمبر ۱۸۵۲ء)

'جامع الاخبار' نواب کرناٹک' ان کے اُمراء و رؤسا اور ساتھ ہی ساتھ عوام کی معاشی مذہبی اور سماجی زندگی کا آئینہ دار تھا۔ یہ اخبار مغرب کی کورانہ تقلید' توہم پرستی اور تنگ نظری جیسی معاشرتی بُرائیوں پر سخت تنقید کیا کرتا تھا۔" جامع الاخبار" کی پالیسی یہ تھی کہ اس میں نہ تو کسی کی بیجا مدح سرائی ہوتی اور نہ کسی کو خواہ مخواہ تنقید کا نشانہ بنایا جاتا۔ حق گوئی و بیباکی اس اخبار کا

خاص وصف تھا۔ چنانچہ اپنے ایک شمارے میں ایڈیٹر سید رحمت اللہ نے لکھا تھا :

"بے سبب کسی کی ستائش و نہ بے علّت کسی کی خدمت سوائے وقوع واقعہ کے تحریر نہ کیا دیسا ہی آج بھی لکھا ہوں اور آیندہ تا قیام 'جامع الاخبار' لکھا جاوے گا۔ حق گوئی کو اندیشے سے کیا علاقہ۔"

('جامع الاخبار' نمبر ۱۲ جلد ۱۲ مورخہ ۳ رجنوری ۱۸۵۳ء)

'جامع الاخبار' میں شرعی اُمور پر بھی اظہارِ خیال کیا جاتا تھا اس زمانے میں مدراس میں جو مذہبی مباحث ہوتے اور عوام اُن سے جس طرح اثر پذیر ہوتے تھے اس پر بھی 'جامع الاخبار' روشنی ڈالتا تاکہ علاقہ مدراس اور اس کے باشندوں کی حقیقی تصویریں اس اخبار میں نظر آسکے۔ اس عہد میں مسلمان عام طور پر اپنے دین سے بیگانہ تھے وہ ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست بن چکے تھے ان میں شرک کا زور تھا۔ راگ و رنگ کی محفلیں شراب، سیندھی اور گانجہ عام تھا۔ غلط رُسومات اور غیر شرعی حرکات کا بھی رواج تھا۔ اس عہد کے بلند پایہ مصنّف قاضی بدرالدولہ نے اپنی مشہور کتاب "گلزارِ ہدایت" مطبوعہ مدراس ۱۲۶۴ھ میں اور ان کے شاگرد مولوی سید احمد نے "رد رسوماتِ ہند" مطبوعہ مدراس ۱۲۶۳ھ میں اس عہد کی بیشتر غلط رُسومات اور غیر شرعی حرکات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ سید رحمت اللہ بھی بڑی بے باکی سے ان غلط رُسومات کے متعلق اظہارِ خیال کیا کرتے تھے۔ لیکن سید رحمت اللہ، سید محمّد علی رامپوری مُرید و خلیفہ مولوی سید احمد شہید کے بڑے طرفدار اور ان کے پیرو تھے۔ خان عالم خان فاروقی کی کتاب "باران رحمت" سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سید رحمت اللہ، مولوی محمد علی کی وہابی تحریک سے متاثر تھے اسی لیے فاروقی نے انھیں سید رحمت اللہ محمّدی لکھا ہے[1]۔ مولوی محمّد علی رامپوری ۱۲۴۵ھ م ۱۸۲۹ء میں ترویجِ حق اور اشاعت توحید کی غرض سے مدراس آئے تھے ان کے مؤثر مواعظ سے مدراس کے مُسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ متاثر ہوا تھا لیکن علماء مدراس نے ۱۱ ذوقعدہ (۱۲۵۱ھ م ۱۸۳۶ء) کو سید واعظ موصوف کے کفر کا فتویٰ دیا تھا اور ان کو واجب القتل قرار دیا تھا۔ 'جامع الاخبار' تو مولوی سید محمّد علی رامپوری کا طرفدار تھا اس لیے قاضی ارتضا علی خان، قاضی بدرالدولہ اور دوسرے علماء مدراس نے 'جامع الاخبار' کے متعلق فتویٰ جاری کیا تھا کہ مسلمانوں کے لیے اس اخبار کا خریدنا اور پڑھنا جائز نہیں ہے۔ فتویٰ کی عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے :

---

[1] خان عالم خان فاروقی : بارانِ رحمت صفحہ ۶۵ مطبوعہ مطبع معسکر بنگلور ۱۲۹۰ھ

فتویٰ

'اخبار نامے کا جس کا نام سید رحمت اللہ ہے اپنے اخبار نامے میں جس کا نام 'جامع الاخبار' رکھا ہے۔شہروں اور ملکوں کے اخبار پر اقتصار کرکے مسلمانوں کی غیبت اور ہجو کرتا ہے اور پاک دامن اور مومنہ عورتوں پر تہمت باندھتا ہے اور انھیں گالی دیتا ہے اور علمائے اسلام اور ذی عزت عمائدین کی اہانت کرتا ہے اور وہ لوگ جو اس جہاں فانی سے چھٹکارا پاچکے ہیں اور جن کے حق میں یہ حدیث آئی ہے کہ اپنے مُردوں کو بھلائی سے یاد کرو ان کے متعلق ایسی باتیں لکھتا ہے جن سے ان کی اہانت ظاہر ہوتی ہے اور اہلِ سنّت و جماعت کی بعض کتابوں کے متعلق ایسا کلام کرتا ہے جس سے ان کتابوں پر اس کا عدم اعتماد ظاہر ہوتا ہے۔ الغرض اس حدیث کے مصدق کے بموجب کہ مُسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مُسلمان محفوظ رہیں۔ اس کی زبان سے اہلِ اِسلام کا کوئی شخص بھی سلامت نہیں رہتا پھر ان تمام باتوں سے آگے ہو کر مقدمات شرعی میں بھی دخل دیتا ہے اور شرعی احکام کی توہین کرتا ہے اس لیے تمام اہلِ اسلام کو معلوم کرایا جاتا ہے کہ کوئی شخص بھی سید رحمت اللہ کے 'جامع الاخبار' کا مطالعہ نہ کرے اور اس کو نہ خریدے اس بنا پر یہ چند کلمے اہلِ اسلام کی اِطلاع کے لیے لکھے گئے ہیں اور خدا ہی سے ہم کو توفیق ہونی چاہیے"۔[1]

یہ فتویٰ ۲۷ رمضان ۱۲۶۵ھ م ۱۸۴۹ء کو پیش کیا گیا تھا اس فتویٰ کی صحت پر مولوی جمال الدین احمد' مولوی محمد شہاب الدین' مولوی محمد یوسف علی' مولوی محمد عبدالرزاق' مولوی سید محمود' مولوی عبدالوہاب' مولوی محمد عبداللہ' مولوی کلیم احمد خان اور سید محمد جیب اللہ نائب مُفتی محکمہ عالیہ کے دستخط اور ان کی مُہریں ہیں۔ کسی شاعر نے اس موقع پر اس اخبار کی موقوفی کے متعلق ایک دلچسپ تاریخ بھی لکھی تھی ۔

واہ وہ کیا جامع الاخبار کو   اہلِ دیں نے کردیے موقوف جھٹ
پاؤں سے مدراس کے سرپد کا داب   دل نے سال اس کا کہا اخبار چپٹ

اس فتویٰ کے باوجود بھی[۲] جامع الاخبار' برسوں جاری رہا۔ کُتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں اس اخبار کی (۲۲) ویں جلد ۱۲۷۸ھ م ۱۸۶۲ء کے دو شمارے موجود ہیں ان شماروں سے

[2] ۱۲۰۷ + ۵۸ = ۱۲۶۵

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خانوادہ قاضی بدرالدولہ از پروفیسر محمد یوسف کوکن ص ۲۹۷ تا ۹۸ ۳ مطبوعہ مدراس ۱۹۶۳ء

معلوم ہوتا ہے کہ "جامع الاخبار" کا دفتر بہرام جنگ روڈ کے باغ کی پہلی گلی سے تینا پیٹھ میں رفعت الملک بہادر کے باغ کے متصل منتقل ہوگیا تھا اور اخبار اس کے اپنے پریس کے بجائے مطبع قادری سے طبع ہو رہا تھا چنانچہ آخری صفحے کے اختتام پر یہ عبارت لکھی ہے:

"مدراس کے مونٹ روڈ پر متصل باغ رفعت الملک بہادر بہ مقام تینا پیٹھ المشتہر سید رحمت اللہ فی الحال مطبع قادری میں حلیہ طبع حاصل کرتا ہے"۔

(جامع الاخبار' مورخہ ۱۳/اپریل ۱۸۶۲ء)

'جامع الاخبار' کب تک جاری رہا اور کب بند ہوا اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

'جامع الاخبار' میں کبھی کبھار غزلیں، نعتیں اور رُباعیاں بھی شائع ہوتی تھیں ادیبوں کی محفلوں اور شعراء کی نشستوں کے مختصر تذکرے بھی اس اخبار میں شائع ہوتے رہتے تھے ایک غیر معروف و گمنام شاعر بہار کی متعدد غزلیں 'جامع الاخبار' کے صفحات میں نظر آتی ہیں۔

'جامع الاخبار' نے حیدرآباد کے مشہور شاعر شمس الدین فیضؔ کا حسب ذیل مصرعہ شائع کیا تھا اور مدراس کے شعراء کو اس کا مصرعِ ثانی موزوں کرنے کی دعوت دی تھی ؎

مچھلیاں دشت میں پیدا ہوں ہرن دریا میں

جب مدراس کے مشہور شاعر مروتؔ نے مصرعہ ثانی موزوں کیا تو 'جامع الاخبار' نے اسے 'جواب مصرعہ فیضؔ' کے عنوان کے تحت اس طرح شائع کیا تھا:

"ان دنوں حافظ شمس الدین فیضؔ حیدرآباد نے مصرعہ مرقومۃ الذیل فکر کر کے مشہور کیے تا شعرائے ہر نواح اپنے استعداد کے موافق مصرعہ برجستہ لگادیں مصرعہ فیضؔ صاحب ؎

مچھلیاں دشت میں پیدا ہوں ہرن دریا میں

مروت اساس مروتؔ صاحب شاعر مدراس نے اس مصرعہ کے انقلاب حالت پر نظر فرما کے ایسا مصرعہ لکھے کے جس کے تفہیم سے یہ انقلاب پایا جاتا ہے مصرعہ مروتؔ صاحب ؎

آنکھیں پھیرے وہ اگر سیم بدن دریا میں
مچھلیاں دشت میں پیدا ہوں ہرن دریا میں

(جامع الاخبار نمبر ۴۰ جلد ۱۲ مورخہ ۲۸/اگست ۱۸۵۵ء)

'جامع الاخبار' برٹش سرکار کی سیاسی حکمت عملی اور ان کی خود غرضانہ پالیسی پر کڑی تنقید کرتا تھا۔ ان کے معاشی استحصال کا پول کھولتے ہوئے اس نے اپنے ایک شمارے میں لکھا تھا

" گرانی کا عجب عالم ہے کہ لکھا نہیں جاتا۔ یہاں بازلویاں مفرد

لاپروائی سرکار کمپنی بہادر سے روز بروز قحطی کر دکھلاتے ہیں اور قیمت کو بڑھاتے اور اناج کو گھٹاتے ہیں اور یہاں کے ارباب عدالت بالکل غلّہ فروشوں کے جانب متوجہ نہیں کہ وہ کیوں بیچتے ہیں اور کیا قیمت لیتے، پس کیوں نہ بازاریاں اپنے دل میں آیا سو کریں گے اور بیچیں گے۔ حاکم کو لازم یہ ہے کہ خلق اللہ کی دُرستگی پر نظر رکھنا برخلاف اس کے بازاریوں کے حوالے عنان باشندگان شہر کو چھوڑے ہیں وہ جیسا چاہے ویسا کام کر رہے ہیں اگر شہر مدراس کو شہر ناپُرسان نہ بولے تو بیدادی ہے بہر نوع گرانی غریبوں کو بہ تنگ کردی ہے کہ اپنے شکم پروری کے لیے ہمیشہ روزی اختیار کیے ہیں سو اندرون شہر ہر گلی کوچے میں ابھی چوری ہو رہی ہے اور کوئی روز مجسٹریٹ میں ایک دو عیر چوری کی نہیں آئے سو خالی نہیں ہے۔"

(جامع الاخبار نمبر ۴۷ جلد ۱۲ مورخہ ۲۸ر اگست ۱۸۵۴ء)

سید رحمت اللہ کی نگارشات میں عربی اور فارسی الفاظ اور ترکیبوں کی کمی نہیں 'جامع الاخبار' کی خبروں اور اداریوں کی زبان 'دکنی' ہوتی چنانچہ اخبار کی زبان کو خود سید رحمت اللہ 'ہندی' لکھتے ہیں ان کا بیان ہے:

"سید رحمت اللہ ارادہ کیا ہے کہ ایک اخبار کا کاغذ 'جامع الاخبار' نام زبان ہندی میں واسطے ضیافت طبع خاص وعام کے طبع کرے۔"

(جامع الاخبار نمبر ۱۱ جلد ۱۲ مورخہ ۲۷ر ڈسمبر ۱۸۵۳ء)

اُوپر کے اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید رحمت اللہ کے پیش نظر 'خاص وعام' دونوں تھے اور اُنھیں سماج کے ان دونوں طبقات کے مفاد سے دلچسپی تھی۔ 'جامع الاخبار' کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ معاشرے کے نچلے اور متوسط طبقے کے حقوق کی حفاظت ہمیشہ اس کے پیش نظر رہی۔ اس نے سماجی بُرائیوں پر بیباکانہ تنقید کی اور سیاسی مسائل کا اچھا تجزیہ پیش کیا۔ اس اخبار کی علمی وادبی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

○○○

اعظم الاخبار

ہندوستان کے قدیم ترین اُردو اخبارات میں 'اعظم الاخبار' مدراس کو بڑی ممتاز اور نُمایاں حیثیت حاصل ہے۔ متعدد محققین اس اخبار کی تاریخِ اشاعت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گیے ہیں۔ محققین نے اس اخبار کو مدراس کا سب سے پہلا اُردو اخبار قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق نے 'اعظم الاخبار' کو مدراس کا "قدیم ترین ہفتہ وار" قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :-

"مدراس کا سب سے پہلا اخبار جو مجھے دستیاب ہوا ہے وہ ۱۸۴۸ء میں جاری ہوا غالباً اس کا (اعظم الاخبار کا) پہلا نمبر محرم ۱۲۶۵ھ میں نکلا اور یہی مدراس کا قدیم ترین ہفتہ وار اخبار تھا۔" ؎۱

'تاریخ صحافت اُردو' میں بھی اِمداد صابری نے 'اعظم الاخبار' کی تاریخ اِشاعت محرم ۱۲۶۵ء ہی بتائی ہے عتیق صدیقی نے لکھا ہے: "مدراس کا پہلا اخبار "اعظم الاخبار" تھا جس کا محرم ۱۲۶۵ء (مطابق ۱۸۴۸ء) میں اجراء ہوا۔" ؎۲ "مدراس میں اُردو" میں 'اعظم الاخبار' کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن مولوی نصیر الدین ہاشمی نے اپنے ایک مضمون میں 'اعظم الاخبار' کو مدراس کا پہلا اخبار قرار دیا ہے ؎۳ پروفیسر عبدالسّلام خورشید اپنے مقالے "صحافت پاکستان و ہند میں" ڈاکٹر عبدالحق کی ہی معلومات درج کی ہیں اور 'اعظم الاخبار' ہی کو مدراس کا پہلا اخبار قرار دیا ہے ؎۴

'اعظم الاخبار' کے تقریباً پچھتر (۷۵) شمارے عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ہیں۔ مدراس کے خانگی کُتب خانہ مدرسہ محمّدی میں 'اعظم الاخبار' کے پندرہ ۱۵ شمارے موجود ہیں۔ اسی کُتب خانہ میں 'اعظم الاخبار' کی پہلی جلد کا پہلا شمارہ بھی محفوظ ہے جو ایک

؎۱ انیسویں صدی میں مدراس کے اُردو اخبار ص۴۲ مطبوعہ رسالہ اُردو اپریل ۱۹۴۱ء

؎۲ ہندوستانی اخبار نویسی ص۳۰۷ مطبوعہ دہلی ۱۹۵۷ء

؎۳ مدراس میں اُردو کا کچھ نیا مسالہ ص۳۲ مطبوعہ 'نوائے ادب' بمبئی اپریل ۱۹۵۷ء

؎۴ صحافت پاکستان و ہند میں ص۱۲۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء

تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس شمارے کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے 'اعظم الاخبار' کا اجراء ۴ر شعبان ۱۲۶۴ھ م ۶ر جولائی ۱۸۴۸ء کو عمل میں آیا تھا۔ یہ ایک ہفتہ وار اخبار تھا ہر پنجشنبہ کے دن اس کی اشاعت عمل میں آتی تھی۔ 'اعظم الاخبار' کبھی آٹھ اور کبھی دس صفحات پر شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار کا سائز (۱۲×۷) ہے اور ہر صفحہ پر دو کالم ہیں، اس کی کتابت، طباعت اور کاغذ قابلِ تعریف ہے۔ خبروں کی ترتیب میں سلیقہ نظر آتا ہے۔ اخبار کے پہلے صفحے پر جلی گجلک عربی اندازِ تحریر میں 'اعظم الاخبار' لکھا جاتا تھا اور اس کے نیچے جلی حروف میں یہ لکھا ہوتا ہے

پنجشنبہ روز اشتہار	قیمت ایک روپیہ ماہوار
پیشگی دس روپے سال میں ایکبار	محصول ڈاک ذمہ خریدار

اس کے بعد دو کالمی صفحے کا آغاز ہوتا۔ پہلے صفحے پر فورٹ سینٹ جارج گزٹ کی خبریں دی جاتی تھیں پھر مدراس کی خبریں ہوتیں اس کے بعد پڑوسی ریاستوں اور ملک کے دوسرے حصّوں خصوصاً حیدرآباد، دہلی، لکھنؤ، رام پور، کلکتہ، بمبئی، پونا، بنگلور اور کوچین وغیرہ کی خبریں دی جاتیں بیرونِ ملک کی خبریں بھی شائع ہوا کرتی تھیں۔ "اعظم الاخبار" میں جن اخبارات کے حوالے سے خبریں شائع ہوتی تھیں ان میں 'عمدۃ الاخبار' مدراس نیٹو ہیرلڈ، آفتاب عالم تاب، انتھیم، جامِ جہاں نما، سلطان الاخبار اور بمبئی گزٹ وغیرہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ 'اعظم الاخبار' کے آخری صفحے پر اختتام میں یہ عبارت ہوتی تھی :

"مطبع اعظم مقام مدراس محلہ ترپلکیھڑی، والا جاہ روڈ المجز حکیم سید محمدؐ معہ شرکاء"

آخر تک حکیم مولوی سید محمد ہی 'اعظم الاخبار' کے ایڈیٹر اور ناشر تھے بعض وقت ان کی غیر موجودگی میں سید رستم اخبار نکالا کرتے تھے۔

"اعظم الاخبار" کا نام نواب محمد غوث خان بہادر اعظم رئیس ارکاٹ کے تخلص کی مناسبت سے "اعظم الاخبار" رکھا گیا تھا یہ قطعہ بھی درج کیا جاتا تھا

مہربان اُمیدواروں پہ نہ کیوں سرکار ہو — کیوں نہ رحمت کی نظر اس کی ہمیں درکار ہو
اسم اعظم کا وظیفہ مطبع اعظم میں ہو — نام سے جس کے یہ کاغذ[1] اعظم الاخبار ہو

---

[1] اخبار کے لیے انگریزی میں چونکہ پیپر (PAPER) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اسی کی پیروی میں ایڈیٹر نے اخبار کے بجائے لفظ کاغذ استعمال کیا ہے۔

اخبار کا یہ نام نواب محمد غوث خاں بہادر اعظم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے رکھا گیا تھا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابتداء میں بعض اردو اخبارات کے اجراء کا مقصد یہ تھا کہ نوابوں اور رئیسوں کی خوشامد کی جائے تاکہ تحصیلِ زر کی صورت نکل آئے بعض قدیم اخبارات اپنی قیمتیں بھی متزاد مقرر کیا کرتے تھے۔

'اعظم الاخبار' کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی تھی۔ امداد صابری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار کی خبریں اتنی مصدقہ سمجھی جاتی تھیں کہ 'اسعد الاخبار' آگرہ، اسی کے حوالے سے خبریں شائع کیا کرتا تھا (تاریخ صحافت اردو ص۳۶۳)

'اعظم الاخبار' کے اڈیٹر کو بھی اپنے اخبار کی مقبولیت اور شہرت کا احساس تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"اعظم الاخبار' کی شہرت جو ساری جہاں میں پھیلی اور اس کی خوبیٔ تحریر کا چرچا ہر ملک و دیار میں پہنچا۔ قدرشناس صاحبین بڑی قدردانی سے اس منزلت کرنے لگے اور ہر خاص و عام بخواہش تمام اس کی خریداری کے طالب بنے سو سبب اعظم اس کا پرتو نیّر اعظم کا ہے جس کا نور ظہور اظہر بن الشمس ہے اور اس کے اقتباس انوار سے تو اس قرطاس اخبار نے 'اعظم الاخبار' لقب پایا اور اس کے مہتمم نے بھی بطفیل اسی اسمِ اعظم کے عرصہ بیان میں سارے ہم سروں اور ہم عصروں کے درمیان دستی کا علم نصب کیا اور بڑی شجاعت و مردانگی سے مشہور ہو ہر دل عزیز بنا۔"

(اعظم الاخبار نمبر ۳۵ جلد ۳ مورخہ ۱۸ر جولائی ۱۸۵۰ء)

'اعظم الاخبار' کی ایک خاص خوبی جو دوسرے اخباروں میں نظر نہیں آتی یہ تھی کہ اس اخبار میں ہمیشہ کم از کم دو صفحے "انگریز سرداروں" کے لیے بھی ہوتے تھے اس کے ذریعہ سے نووارد انگریز حاکموں کو اردو کی تعلیم دی جاتی تھی۔ 'اعظم الاخبار' میں انگریزی کورٹ مارشل کے ہندی ترجمے بھی شائع کیے جاتے تھے۔ انگریز حاکموں کے لیے علیٰحدہ صفحے مقرر کیے جانے کی اطلاع "اعظم الاخبار" میں اس طرح شائع کی گئی تھی: "تعلیم الاخبار' کے ڈھب انگریزی

سرداروں کے فائدے کے لیے ہم ہر ایک قرطاس میں دو صفحے انگریزی کورٹ مارشل کے ہندی ترجمے کے ساتھ چھاپا کرتے تھے۔ سو چند نازک دماغ حضرات اس کو قلّتِ اخبار کا سبب جانتے اور مخبر پر اس کا حرف دھرے۔ اس لیے اِس سال سے ہم انگریزی سرداروں کے لیے فقط جُدا قرطاس تکملے کے طور پر چھاپنا شروع کیے اور ہندی فارسی اَخبار قدیم عادت موافق لکھنے لگے تا حضرات کا مزاج اس کے مُطالعے سے رُک نہ جائے اور سرداروں کا فائدہ بھی دوسرے قرطاس سے نکل آئے، باوجود اس کے ہم عبارت نویسی میں ہر دو قدر شناسوں کی رعایت رکھا کرتے ہیں۔ اُمید رکھتے ہیں کہ حضرات والا تبار اور سَرداران بُلند اِعتبار اِس پر ہمارے قرطاس کو بڑی خوشی سے مُلاحظہ فرماوئینگے اور جیسی چاہیے اس کی قدر دانی کریں گے۔

(اعظم الاخبار نمبر ا، جلد ۵، مورخہ ۹ جنوری ۱۸۵۱ء)

اعظم الاخبار نے "نوسکھ شمشیر بند سرداروں کی تعلیم" کے لیے قابل قدر خدمات انجام دی تھیں۔ انگریزوں میں یہ اخبار بڑی دلچسپی سے پڑھا جاتا تھا بعض وقت انگریز اُردو یا انگریزی جُملے یا عبارتیں اڈیٹر کے پاس روانہ کرتے اور ان کے ترجموں کی درخواست کرتے تھے مثلاً کسی انگریز نے حسب ذیل جُملہ روانہ کیا تھا اور ترجمہ کی خواہش کی تھی:

"HE IS GUILITY OF MURDER"

اخبار نے اس جُملے کا ترجُمہ اس طرح شائع کیا تھا:۔

"وہ خون کرنے کا تقصیر مند ہے یا اس پر خُون ثابت ہوا"

(اعظم الاخبار نمبر ۳۸، جلد ۴، مورخہ ۲۴ جولائی ۱۸۵۱ء)

اُعظم الاخبار کے ایک قاری نے مندرجہ ذیل عبارت کا انگریزی ترجمہ چھاپنے کی درخواست کی تھی:

"میں تیرا برس کا نوکر ہوں کبھی کسی سے کم سرس با تال نہیں کیا۔
اس پلٹن میں ایک جوان یا ایک جنا میرا دُشمن ہے۔ عدالت کے
صاحبان میرا انصاف کریں گے۔"

اِس عبارت کا ترجُمہ اس طرح شائع ہُوا تھا:

"I HAVE BEEN 13 YEARS IN SERVICE, I NEVER ABUSED ANY ONE, THERE IS A PARTY AGAINST ME IN THE REGIMENT AND I TRUST THE COURT WILL DOME JUSTICE

(اعظم الاخبار نمبر ۳۸ جلد ۴ مورخہ ۲۴ جولائی ۱۸۵۱ء)

'اعظم الاخبار' میں مشکل اُردو الفاظ کا انگریزی ترجمہ بھی دیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر ایک عبارت پیش ہے جس میں مشکل الفاظ کے انگریزی معنیٰ دیئے گئے ہیں۔

"قاضی القضات مدراس محمد ارتضا علی خان ضعف (WEAKNESS)
بصارت (SIGHT) کے عذر سے پنشن لینے بارے ہیں بعد
ان کے اس کام پر کون مقرر ہوگا سو معلوم نہیں۔ افواہ DOUBTFUL
(NEWS) تو یہ ہے کہ یہ خدمت اُن ہی پر ختم ہو چکی اور کوئی
منصب کو نہیں پہنچے گا۔"

(اعظم الاخبار نمبر ۳۸، جلد ۴، مورخہ ۲۴ر جولائی ۱۸۵۱ء)

'اعظم الاخبار' غزلیں اور شخصی اِطلاعات شائع کرنے کی "اُجرت" وصول کیا کرتا تھا۔ ایک سطر کا "مواد" چھاپنے کا معاوضہ دو آنے اور غزل شائع کروانے کا معاوضہ فی بیت دو آنے تھا۔ اخبار نے اپنے خریداروں کے لیے رعایت منظور کی تھی اور ان سے فی بیت صِرف ایک آنہ اور فی سطر ایک آنہ معاوضہ لیا جاتا تھا چنانچہ 'اعظم الاخبار' میں اکثر پہلے صفحے پر یہ اِشتہار دیا جاتا تھا:-

"ناظرین 'اعظم الاخبار' کی خِدمت شریف میں یہ اِلتماس ہے کہ اگر آپ صاحبان ہمارے کاغذ (اخبار مُراد ہے) میں کسی عبارت سوائے ہجو کے چھاپہ کروانا چاہیں تو ایک سطر کو ایک آنے کے حساب سے اُجرت کے پیسے روانہ کر دیں۔ اگر غزل وغیرہ چھپوانا چاہیں تو ایک بیت کو ایک آنے کے حساب سے پیسے بھیج دیں۔ آگے اُجرت روانہ کرے بغیر غزل ہو یا عبارت ہرگز نہ چھاپا جائے گا۔ جو صاحبان کہ ہمارے کاغذ کے خریدار نہیں ہیں ان سے فی بیت دو آنے اور فی سطر دو آنے اُجرت لی جائے گی۔"

(اعظم الاخبار نمبر ۳۸، جلد ۴ مورخہ ۲۴ر جولائی ۱۸۵۱ء)

بہادر شاہ ظفر سے عقیدت

'اعظم الاخبار' کو آخری مغل حکمران بہادر شاہ ظفر سے بڑی عقیدت تھی۔ ظفر کی غزلیں اکثر 'اعظم الاخبار' میں شائع ہوا کرتی تھیں۔ بہادر شاہ ظفر کی زمین میں جو شعراء غزلیں لکھ کر روانہ کرتے انھیں یہ اخبار بغیر اجرت کے شائع کرتا تھا چنانچہ "منظومات" کے عنوان کے تحت 'اعظم الاخبار' میں یہ اطلاع شائع ہوئی تھی :-

"یہاں کے شعرائے نازک تلاش بادشاہ ظفر کی طرح کی ہوئی زمین میں فکر کر کے جو غزلیں ہمارے پاس روانہ فرماتے ہیں سو ہم اس کو بے اجرت اپنے اخبار نامے میں ضیافت ناظرین کے لیے لکھا کرتے ہیں۔"

('اعظم الاخبار نمبر ۶' جلد ۵ مورخہ ۴ ر ڈسمبر ۱۸۵۱ء)

اس شمارے میں بادشاہ ظفر کی زمین میں کہی ہوئی منشی منور حسین منور، حکیم عبدالباسط عشق، سید احمد مشتاق اور ندیم جنگ نصرت جیسے مشہور شعرائے مدراس کی غزلیں شائع کی گئی ہیں۔ 'اعظم الاخبار' کے متعدد شماروں میں ظفر کی زمینوں میں کہی ہوئی متعدد غزلیں موجود ہیں۔

اعظم الاخبار کے اداریئے

'اعظم الاخبار' کے اداریوں میں معاشرہ کی اصلاح کے لیے توہم پرستی کی لعنتوں فضول خرچی اور بے علمی کی نکبتوں پر روشنی ڈالی جاتی تھی۔ قارئین کو سماج سدھار کی طرف متوجہ کیا جاتا تھا۔ اپنے ایک اداریے میں ایڈیٹر نے مسلمانوں کو انگریزوں سے سبق حاصل کرنے کا مشورہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ انگریز اپنے بچوں کی تربیت کی طرف بطور خاص توجہ کرتے ہیں اور کم عمری ہی میں ان کی تربیت شروع کر دیتے ہیں۔

"انگریزوں کی تربیت دیکھو کہ بارہ سال کی عمر والے پندرہ سال کی عمر والے تربیت سے فارغ ہوا اپنا شہر چھوڑ کر پر ملک کو پیدائش کے لیے آتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم لوگ دیکھے دیکھاتے ان کی تربیت کا ڈھب نہیں سیکھتے۔ بیس سال تیس سال کے بعد

تہذیب پانے کا خیال کرتے ہیں۔ خاک پڑ دا ایسے خام خیال پر کیا یہی وقت تربیت پانے کا ہے؟

(اعظم الاخبار نمبر ۶، جلد ۵، مورخہ ۴ر ڈسمبر ۱۸۵۱ء)

ایک اور اداریے میں مسلمانوں کی تنگ نظری اور ان کی ذہنی پستی پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم اپنی کم ہمتی کی وجہ سے دوسری اقوام سے پیچھے ہیں اگر مسلمان اپنا حوصلہ بلند رکھیں اور متحد ہو کر حکومت کو اپنے مسائل کی طرف متوجہ کریں تو یقیناً ان کی کوشش بے کار نہیں ہوگی۔ اعظم الاخبار کے ایڈیٹر مولوی سید محمد اس نظریے کے حامل تھے کہ جب تک مسلمان انگریزی زبان نہیں سکھیں گے وہ انگریزوں کی قربت حاصل نہ کرسکیں گے اور حاکم و محکوم میں زبان کی خلیج حائل رہے گی وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں کی سیاسی پالیسی کی کامیابی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ پہلے انھوں نے اپنے مفتوحین کی زبان سیکھی اور اس کے ذریعہ سے ان کی معاشرت اور ان کے تصوراتِ زندگی کو سمجھنے کی کوشش کی وہ لکھتے ہیں :

"کیا ہمارے بھائی مسلمان اپنے ہم قوموں کی بہتری اور خوش گزرانی (GOOD LIVING) کی صورت باتفاق اربابِ حکومت سے چاہیں تو کیا کام نہیں نکلے گا۔ کیوں نہیں بہت کچھ نکلے گا مگر بے زبان ہو رہنے سے کچھ نہیں۔"

(اعظم الاخبار نمبر ۱۹، جلد ۵، مورخہ ۴ر فروری ۱۸۵۲ء)

"ان کی دانائی اور فراست کا خیال کیجیے کہ یہ لوگ جس ملک میں گئے پہلے تو ان کی زبان سیکھ لیے پھر بعد اس ذریعے سے وہاں کے تمامی آئین پر خوب واقف ہوگئے۔ ہندوستان آئے تو ہندی اور جتنے زبان کہ یہاں مروج ہیں سب سیکھے پھر عجم کو گئے تو فارسی سیکھ لیے اور ترکستان میں آئے تو ترکی وغیرہ زبانیں حاصل کرچکے جب عربستان میں آئے تو عربی تحصیل کیے۔"

(اعظم الاخبار نمبر ۲۲، جلد ۵، مورخہ ۳ر جون ۱۸۵۲ء)

پھر اخبار نے مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ وہ حکام وقت کی زبان سیکھیں۔ انھوں نے اس خیال کی مخالفت کی ہے کہ "انگریزی زبان سیکھنا مذہباً منع ہے۔" اعظم الاخبار کا مطالعہ کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ایڈیٹر ایک روشن خیال اور ترقی پسند شخص تھے۔ غدر کے بعد سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی طرف مائل کیا تھا لیکن اس سے قبل مولوی سید محمد نے اس عصری ضرورت کی طرف اپنے قارئین کی توجہ مبذول

کی تھی انگریزی زبان سیکھنے کی ضرورت پہ اظہارِ خیال کرتے ہوئے تنگ نظر لوگوں پر تنقید کی ہے اور لکھتے ہیں :

"بخلاف ہم لوگوں کے کہ غیر زبان سے واقف ہونا ہمارے پاس سخت منع اور نہایت بُری بات ٹھہری۔ اسی سبب سے ہمارے لوگ ہر ایک دنیوی کام میں غیروں کے محتاج ہونے لگے آخر یہ نوبت پہنچی کہ معیشت کی راہ بالکل بند ہوگی۔ حکام وقت کی زبان سے واقف رہنا البتہ معیشت کی بہتری کا سبب ہے اور عقل معاش کا اقتضا بھی یہی۔ دینی علم کے ساتھ کسبِ معاش کا علم بھی اس زمانے میں سکھانا نہایت ضرور ہے شعر و انشاء سے کچھ کام نہیں نکلتا بلکہ شرعاً یہ علوم بھی ممنوع ہیں جیسے اور علم۔ پاک نیت سے غیر علم کی تربیت کچھ بد نہیں۔"

('اعظم الاخبار' نمبر ۳۲ 'جلد ۵' مورخہ ۲ رجون ۱۸۵۵ء)

اعظم الاخبار کی زبان اور رسم الخط کی خصوصیات

'اعظم الاخبار' کی زبان آسان' عام فہم ہے اس میں فارسی اور عربی تراکیب بھی نظر آتی ہیں۔ اس اخبار کی ایک اہم خصوصیت اس کا "رسم الخط" ہے جس کے متعلق ڈاکٹر سعید الحق لکھتے ہیں :

'اس اخبار میں رسم الخط کی ایک یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ ہر جگہ "یا" اور واؤ مجہول کو معروف متمائز کیا گیا ہے۔ اور مجہول "یا" اور "واؤ" پر اس قسم کے نشان پائے جاتے ہیں "۸ ، ۵ ، ں" فارسی اور عربی ترکیبیں زیادہ ہیں سیول اور ملٹری کے لیے اہلِ قلم اور اہلِ شمشیر یا شمشیر بند کی اصلاح مستعمل ہے۔[۱]

جیسا کہ کہا جا چکا ہے مولوی سید محمد نے عربی اور فارسی الفاظ بکثرت استعمال کیے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

"ان کی موت تفصیل ہنوز کما ینبغی معلوم نہیں ہوئی۔"

"شاید کہ جنوبی زدہ ہوا ہو۔ لوگوں پر ہنوز کچھ حقیقت اس کی مکشوف نہیں

۱۔ انیسویں صدی میں مدراس کے اردو اخبار ص۱۷۳ مطبوعہ رسالہ اردو اپریل ۱۹۶۱ء

ہوئی گاڑی بانوں کے اہتمام وسعی سے یہ آتش فرد ہوئی ۔"

انھوں نے کہیں کہیں فارسی محاوروں کو اُردو میں ڈھال لیا ہے مثلاً "زوددن " سے "رد دینا" جیسے ذیل کے جملے سے واضح ہے :-

"اگر اربابِ حکومت اس کی کچھ تدبیر مناسب فرمادیں تو خوب نہیں تو ہمیشہ ایسے ہی اتفاقات رد دیتے رہیں گے ۔"

عبارت میں "نے" کا استعمال بالکل کم ہے اگر کہیں اس کا استعمال کیا بھی گیا ہے تو غلط مثلاً "امام نے اپنے یاروں کے ساتھ دُعا اور استغفار میں مشغول تھا۔" یا "پھر اس نے عربوں کی تائید سے ان کے ہاتھ گرفتار نہ آسکا۔" وغیرہ۔

اس نوبت پر اس کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ " اعظم الاخبار" میں ہمیشہ فارسی کا بھی ایک صفحہ یا ایک ورق موجود رہتا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریز ملازمین فارسی اور اُردو اچھی طرح جانتے تھے اور لکھنے پڑھنے کا بھی اچھا سلیقہ رکھتے تھے۔ کمپنی دو یا دو سے زیادہ زبانیں جاننے والے اپنے ملازمین کو انعام و اکرام کے علاوہ "معقول خدمتوں پر فائز کرتی تھی۔ اس سلسلہ میں ' اعظم الاخبار' کے مندرجہ ذیل اطلاعات پڑھنے کے قابل ہیں :

"قلعہ میں اکثر سولجر ہندی اور فارسی زبان خوب جانتے تھے اور لکھنے پڑھنے کا بھی اچھا سلیقہ رکھتے تھے چنانچہ کئی سولجروں کو ہم دیکھے کہ وے فارسی گفتگو اس طور پر کرتے تھے کہ قابلوں کے سوائے دوسروں کو اُن کی تقریر سمجھنا دُشوار ہو جاتا تھا۔"

(اعظم الاخبار نمبر ۲۶ ، جلد ۵ ، مورخہ ۲۲ / اپریل ۱۸۵۲ء)

"یونائیٹڈ سروس گزٹ میں لکھا ہے کہ مدراس کے گورنر سر ہنری پاٹنجر صاحب بہادر سوپریم گورنمنٹ کے حکم موافق اسی ملک کے تمامی شمشیر بند سرداروں کو اطلاع دیتے ہیں کہ اگر کوئی سردار ان ساتھ زبانوں میں سے دو زبان یا زیادہ سیکھ کے امتحان دیوے تو اس کو سرکار کی طرف سے ایک مُشت ہزار روپے انعام ملیں گے سوائے اسکے وے لوگ معقول خدمتوں پر بھی مامور ہو دیں گے۔

(اعظم الاخبار نمبر ۲۷ ، جلد ۵ مورخہ ۲۹ / اپریل ۱۸۵۲ء)

مطبع اعظم الاخبار

'اعظم الاخبار' کا اپنا ایک مطبع تھا۔ اس مطبع کی متعدد کتابیں ہماری نظر سے گذری ہیں۔ 'اعظم الاخبار' کے مطبع سے اخلاق ہندی، چار درویش، اخوان الصفاء، بکاولی اور گلستاں بھی شائع ہوئے تھے۔ ان کا اشتہار ملاحظہ ہو:

"ہم آگے اِشتہار دے چکے ہیں کہ ہندستانی سلکشن جو مجموعہ ہے۔ پانچ رِسالوں کا دو جلد میں۔ پہلی جلد اخلاق ہندی، چار دُرویش، دوسری جلد اخوان الصفا، بکاولی، گلستان ہمارے کارخانے میں چھاپہ ہوتے ہیں سو اب بفضلہ تعالیٰ تین رسالے چھپ چکے یعنی جلد اوّل تو ساری پوری تیار ہوگئی، دوسری جلد میں بھی ایک رسالہ تمام ہوچکا اب دو رِسالے چھپتے ہیں وہ بھی قریب تمام ہونگے خریدار صاحبوں کی خدمت میں گذارش یہ ہے کہ اگر پہلی جلد کی ضرورت ہوتو دونو جلد کے پیسے بھیج دے کے منگوالیں، دوسری جلد بھی تیار ہوتے ہی آپ کی خدمات میں مرسول ہوگی۔ قیمت دونو جلد کی ہم آگے لکھ چکے ہیں کہ بے جلد سات روپے اور مجلّد آٹھ روپے۔"

(اعظم الاخبار نمبر ۲۰، جلد ۲ مورخہ ۴ر اپریل ۱۸۵۶ء)

مختصر یہ کہ 'اعظم الاخبار' مدراس کی اُردو صحافت میں نشان میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے سماجی اِصلاح کو اپنا مطمح نظر بنایا تھا اور عوام کی فلاح و بہبود کی طرف بطور خاص توجہ کی تھی۔



آفتاب عالم تاب

مدراس کے اوّلین اخبارات میں "آفتاب عالم تاب" بھی ایک ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔ دُور دُور تک اس اخبار کی شہرت تھی۔ ڈاکٹر عبدالحق نے اس اخبار کے متعلق لکھا ہے:

"۱۸۴۹ء میں مدراس سے ایک اُردو اخبار "آفتاب عالم تاب" نکلتا تھا۔ اس کی خبروں کا حوالہ دہلی کے مشہور ریاضی داں ماسٹر رام چندر کے اخبار "فوائد الناظرین" میں پایا جاتا ہے۔" ۱؎

ڈاکٹر سیّدہ جعفر نے اپنے تحقیقی مقالے "ماسٹر رام چندر اور اُردو نثر کے ارتقاء میں اُن کا حصّہ" میں بتایا ہے کہ ماسٹر رام چندر "فوائد الناظرین" میں دوسرے اخباروں سے اخذ کی ہوئی خبریں بھی شائع کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سیّدہ جعفر نے مدراس کے اخبار "آفتاب عالم تاب" کا بھی ذکر کیا ہے۔ "ہندوستانی اخبار نویسی" کے مصنّف نے "آفتاب عالم تاب" کے متعلق کچھ نئی معلومات کا اظہار نہیں کیا ہے انھوں نے صرف ڈاکٹر عبدالحق کے بیان کو دُہرایا ہے اور لکھا ہے:

"یہ بھی مدراس ہی کا اخبار تھا غالباً ہفتہ وار ہی رہا ہوگا اس کے سنہ اجرا کا صحیح پتہ تو نہیں چلتا لیکن ۱۹۴۹ء میں یہ یقیناً موجود تھا کیونکہ اس سال کے "فوائد الناظرین" میں اس کے حوالے ملتے ہیں۔ گمان غالب ہے کہ ۱۸۴۹ء ہی میں اس کا اجراء ہوا ہوگا۔" ۲؎

ماسٹر رام چندر کا رسالہ "فوائد الناظرین" پندرہ روزہ اخبار تھا اس کا ۱۸۴۵ء میں اجراء ہوا تھا یہ ایک باتصویر علمی اور تاریخی اخبار تھا۔ اس کے اڈیٹر دلّی کالج سے بھی وابستہ تھے عتیق صدیقی لکھتے ہیں:

"انیسویں صدی کی دوسری دہائی میں جن لوگوں نے اپنی انتھک کوششوں

۱؎ اُنیسویں صدی میں مدراس کے اُردو اخبار صـ۱۷۴ مطبوعہ رسالہ اُردو اپریل ۱۹۴۱ء

۲؎ محمد عتیق صدیقی: ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں) صـ۳۱۱ مطبوعہ دہلی ۱۹۵۷ء

سے زمینِ اُردو کو آسمان کا ہم پلّہ بنایا ان کی اگر فہرست مرتب کی جائے
تو ماسٹر رام چندر کا نام سرفہرست ہوگا۔" ؎۱

"تاریخ صحافت اُردو" میں اِمداد صابری نے 'آفتاب عالم تاب' کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے:

"یہ اخبار مدراس سے جلوہ افروز ہوا تھا کب نکلا اس کا صحیح پتہ نہیں چل سکا البتہ دہلی اُردو اخبار مورخہ ۲۴ر جنوری ۱۸۴۱ء میں اس کے حوالے سے خبر شائع ہوئی۔" ؎۲

مدراس کے اوّلین اُردو اخبار "جامع الاخبار" نے جس کا اِجراء یکم ذی قعدہ ۱۲۵۶ھ م ۱۸۴۱ء کو عمل میں آیا تھا اس کے قدیم شماروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار کی اشاعت سے قبل یا اسی سال کسی اور اُردو یا فارسی اخبار مدراس سے شائع نہیں ہوتا تھا چنانچہ خود صاحب "جامع الاخبار" کا بیان ہے:

"یہ اضعف العباد ۱۲۵۶ھ قدسی میں دارالسلطنت مدراس کے بیچ کوئی ہندی و فارسی یا اور کچھ السنہ اِسلامی میں کاغذ اخبار جاری نہیں تھا سُول سے خوب واقف ہوئیگے۔ ایک کاغذ اخبار اس ریاست میں بے دنیوں کی جواب دندان شکنی کے واسطے بناکر نا مناسب واحسن جان کے بنایا۔"

(جامع الاخبار نمبر ۱۱، جلد ۱۲، مورخہ ۷ ر ڈسمبر ۱۸۵۲ء)

اگر 'آفتاب عالم تاب' جامع الاخبار سے قبل یا اسی سال نکلتا تو اس کا تذکرہ بھی اخبار میں ضرور آتا جبکہ کئی سالوں بعد اخبار نے اپنا پہلا بیان پھر شائع کیا تھا اس وقت تصحیح کی جا سکتی تھی۔ لیکن ایسا نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے اِمداد صابری نے "دہلی اُردو اخبار" کی تاریخ نقل کرنے میں غلطی کی ہے۔

"فوائد الناظرین" ۱۸۴۵ء میں جاری ہوا لیکن اس اخبار کے ۱۸۴۹ء کے شماروں میں "آفتاب عالم تاب" کے حوالے ملتے ہیں۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۴۹ء ہی میں اس اخبار کا اِجراء ہوا ہوگا۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالحق اور عتیق صدیقی نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔

'آفتاب عالم تاب' کے شمارے اب کسی کتب خانہ میں موجود نہیں ہیں۔ اِس

؎۱ ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں) ص ۳۲۱

؎۲ تاریخ صحافت اُردو (جلد اوّل) ص ۲۲۱ مطبوعہ ۱۹۶۳ء

لیے اس کی صحیح تاریخِ اشاعت کا کسی کو علم نہیں ہے۔

مدراس کے ایک اخبار "صبحِ صادق" جولائی و ستمبر ۱۸۵۵ء کے بعض شماروں میں 'آفتاب عالمتاب' کے حوالے سے خبریں دی گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے یہ اخبار ۱۸۵۵ء میں بھی جاری تھا۔

"تاریخ صحافت اُردو" (جلد دوم) میں مولانا اِمداد صابری نے ایک اور "آفتاب عالمتاب" اخبار کا ذکر کیا ہے جو کشمیری گیٹ آگرہ سے ۱۸۶۱ء میں جاری ہوا۔ اس اخبار کے مالک امداد علی اور ایڈیٹر گنیشی لال تھے۔ اس اخبار میں خبروں کے علاوہ دہلی کے آخری مغل حکمراں بہادر شاہ ظفر کے حالات بھی شائع ہوتے تھے جس کا ذکر مرزا غالب نے بھی اپنے ایک خط میں کیا ہے جو منشی ہرگوپال تفتہ کو لکھا گیا تھا جس میں مرزا غالب لکھتے ہیں:

> "ایک اخبار موسوم بہ "آفتاب عالمتاب" نکلتا ہے اس کے مہتمم نے التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ میں بادشاہ دہلی کے حالات لکھتا ہے نہیں معلوم آغاز کس مہینے سے ہے حکیم احسن اللہ خاں یہ چاہتے ہیں کہ سابق اوراق میں جب سے ہوں وہ چھاپہ خانہ میں مسودہ رہتے ہیں اس کی نقل کاتب سے لکھوا کر یہاں بھیجی جائے اُجرت جو لکھی آئے گی بھیجی جائے گی۔ ہاں صاحب آفتاب عالمتاب کا مطبع کشمیری گیٹ میں ہے۔"

OO

تیسیرالاخبار

"تیسیرالاخبار" جنوبی ہند کے قدیم ترین اُردو اخبارات میں شمار ہوتا ہے۔ اس اخبار کے متعلق بھی محققین کو بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق نے اس اخبار کے متعلق یہ قیاس ظاہر کیا تھا:

"میرا یہ قیاس شاید غلط نہیں کہ اس زمانے میں اُردو اخبارات کی پسندیدگی عام کی وجہ سے جناب عشقؔ نے اس کو اُردو ہی میں جاری کیا ہوگا۔" لہ

"تذکرہ شعرائے دکن" میں عبدالجبار ملکاپوری نے اس اخبار کا نام "تمیزالاخبار" بتایا ہے اور لکھا ہے:

"مولف کو یہ امر معلوم نہیں ہوا کہ وہ اخبار کب تک جاری رہا اور کب موقوف ہوا۔" ۲ہ

"مدراس میں اُردو" میں مولوی نصیرالدین ہاشمی نے 'تیسیرالاخبار' کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ "ہندوستانی اخبار نویسی" میں عتیق صدیقی نے، اور "صحافت پاکستان وہند میں" ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے "تیسیرالاخبار" کا مختصر سا تذکرہ کیا ہے لیکن اخبار کی صحیح تاریخِ اشاعت کا ان دونوں کو بھی کوئی علم نہیں۔ "تیسیرالاخبار" کا ذکر ہمیں "تذکرۂ گلزارِ اعظم" میں بھی ملتا ہے۔ نواب محمد غوث خاں بہادر اعظم نے "تیسیرالاخبار" کے ایڈیٹر محمد عبدالباسط عشقؔ کے حالات میں اس اخبار کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس اخبار میں جو ہر ہفتہ شائع ہوتا تھا ہر دیار کے احوال اور سرگذشت بیان کی جاتی تھی:

"سرگذشت روزگار و احوال ہر دیار بہر ہفتہ یکبار بقالب طبع می آورد

لہ اُنیسویں صدی میں مدراس کے اُردو اخبار ص ۱۷ مطبوعہ رسالہ اُردو اپریل ۱۹۴۱ء
۲ہ تذکرہ شعرائے دکن، حصّہ دوم ص ۸۵۴ مطبوعہ حیدرآباد۔

نامش "تیسیر الاخبار بنادہ" [1]

اس طرح "تذکرہ گلزار اعظم" میں بھی "تیسیر الاخبار" کی تاریخ اجراء کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
بڑی تلاش اور جستجو کے بعد راقم الحروف کو "تیسیر الاخبار" کے چند شماروں کا پتہ چلا۔ کتب خانہ مدرسہ محمدی، رائی پیٹ مدراس میں اس اخبار کے دس شمارے موجود ہیں۔ اس اخبار کے جو شمارے دستیاب ہوتے ہیں وہ ۱۲۶۵ھ م ۱۸۴۹ء سے ۱۲۶۹ھ م ۱۸۵۲ء تک کے عرصے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس کے علاوہ اس اخبار کے شمارے کہیں اور نظر نہیں آئے۔
کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں "تیسیر الاخبار" کی پہلی جلد کا چودھواں شمارہ موجود ہے جو ۱۶ر شعبان ۱۲۶۵ھ م ۱۸ر جولائی ۱۸۴۹ء کو شائع ہوا تھا۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار کا پہلا شمارہ ۱۹ر اپریل ۱۸۴۹ء (جمادی الاول ۱۲۶۵ھ) کو شائع ہوا تھا۔
"تیسیر الاخبار" ایک ہفتہ وار اُردو اخبار تھا۔ یہ کلاں سائز (۱۲×۱۵) پر ہر شنبہ کے دن شائع ہوا کرتا اور صرف ایک ورق پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس کی کتابت، طباعت اور کاغذ اوسط درجہ کا تھا۔ خبروں کی ترتیب میں کوئی خاص سلیقہ نظر نہیں آتا۔ اخبار کے پہلے صفحہ پر جلی اور گنجلک عربی انداز میں "تیسیر الاخبار ۱۲۶۵" لکھا ہوتا اور اس کے نیچے حسب ذیل اشعار ہوتے:

یا الٰہی حمد کی تیسیر بخش — شکر ہے انعام کو توقیر بخش
مخبر صادق کو تسلیم و درود — ہے صحیح اخبار کا جس سے ورود

جو ہو تیسیر تو اخبار کی سیر — مبارک رب یسیر تمیم بالخیر

یہ اشعار "تیسیر الاخبار" کے ابتدائی شماروں میں موجود ہیں بعد میں سرورق پر یہ دو شعر شائع ہونے لگے ۔

بے شش و پنج ہو وے گر تیسیر — لیجئے ہم سے یہ کاغذ اخبار
پانچ آنوں کی کچھ بساط نہیں — سینکڑوں انبساط سے ہوں دوچار

عتیق صدیقی نے قاسم علی سجن لعل کے حوالے سے ان اشعار کو اس طرح نقل کیا ہے جو درست نہیں ہے:

بے شش و پنج ہو وے اگر تیسیر — پانچ آنوں کی کوئی بساط نہیں
لیجئے ہم سے یہ کاغذ اخبار — سینکڑوں انبساط سے ہوں دوچار [2]

---

[1] تذکرہ گلزار اعظم ص ۲۶۴ مطبوعہ مدراس ۱۲۷۲ھ
[2] ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں) ص ۳۰۹

"تیسیرالاخبار" میں ملکی اور غیر ملکی خبریں شائع کی جاتی تھیں۔ پہلا کالم قلعہ سینٹ جارج کی خبروں کے لیے مخصوص تھا۔ اس اخبار میں بھی ہمعصر اخباروں کی خبریں نقل کی جاتی تھیں ان میں "جامِ جمشید' راست گفتار' سلطان الاخبار" اور "مظہر الاخبار" قابلِ ذکر ہیں۔ خود "تیسیرالاخبار" کی خبریں اور اس کے اڈیٹر کا کلام معاصر مقامی اخبارات میں بھی اہمیت کے ساتھ نقل کیا جاتا تھا چنانچہ معاصر "اعظم الاخبار" میں 'حکیم صاحب والا وقار حکیم عبدالباسط صاحب عشقؔ مشتہر تیسیر الاخبار' کی غزل معہ شقہ شائع ہوئی تھی۔ یہ غزل مغل حکمراں بہادر شاہ ظفر کی زمین میں خود اڈیٹر "اعظم الاخبار" کی فرمائش پر کہی گئی تھی۔ شقہ کی نقل درج ذیل ہے:

"صاحب "اعظم الاخبار" کی خدمت میں عشقؔ بعد سلام کے ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی فرمائش کے موافق بحکم المامور معذور ایک غزل کہہ کر آپ کے دیکھنے کے لیے روانہ کیا ہوں اس کو چھاپنا ضرور نہیں کیونکہ اچھے اچھے شاعروں کے اشعار آپ چھاپ چکے ہیں پھر میرے غریب اشعار کی تشہیر کی کیا حاجت۔ آپ کا مخلص

اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی

کا مصداق ہے۔ زیادہ کرم باد۔

عبدالباسط عشقؔ

۴ ربیع الثانی ۱۲۶۸ھ

اس شقہ کے ساتھ جو غزل شائع ہوئی تھی اس کا مطلع یہ ہے ؎

بچے کہاں گردشِ زماں سے فلک پہ انجم زمیں پہ مردم
ہمیشہ سرگشتہ آسماں سے فلک پہ انجم زمیں پہ مردم [1]

معاصر "جامع الاخبار" نے "تیسیر الاخبار" کے حوالے سے مندرجہ ذیل نیوز شائع کی تھی:

"تیسیرالاخبار" سے دیکھنے میں آئی سو یہ کیفیت ہے کہ ان دنوں میں یہاں چوروں کا بڑا زور شور ہے۔ چنانچہ گذشتہ سہ شنبہ کی شب والا جاہ نگر میں کسی تاجر کے گھر ڈاکا پڑ کے ہزار روپے کا زیور دلاہر اُٹھالے گئے۔" (جامع الاخبار' نمبر ۱۲' جلد ۱۲' مورخہ ۳ جنوری ۱۸۵۱ء)

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو 'اعظم الاخبار' نسبتاً ۱۲ جلد ۵ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۸۵۲ء مملوکہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری، شعبۂ نظم ما

"تیسیرالاخبار" کے دوسرے صفحہ پر آخر میں یہ عبارت لکھی جاتی تھی :

"مدراس کی تر ملکھڑی کے والا جاہ روڈ پر بالفصل مطبع اعظم میں چھاپا ہوا ہے المشتہر حکیم عبدالباسط عشقؔ ۔"

لیکن ابتدائی شماروں میں یہ آخری عبارت اس طرح لکھی جاتی تھی :

"مطبع 'تیسیرالاخبار' کا شہر مدراس محلہ ترملکھڑی گورنر صاحب بہادر کی باغ کے دروازے کے قریب والا جاہ روڈ پر واقع ہے۔ نمبر مکان تین۳ کا مصنف و بانی عبدالباسط عشقؔ ۔"

۱۸۵۲ء م ۱۲۶۸ھ کے شماروں میں آخری عبارت اس طرح لکھی جانے لگی :

"مطبع 'تیسیرالاخبار' کا شہر مدراس ترملکھڑی محلہ چپاک بڑے دروازے کے قریب کوچہ قادر باوڑی کے گیارھویں نمبر کے مکان میں واقع ہے المشتہر حکیم عبدالباسط عشقؔ ۔"

"تیسیرالاخبار" کی زبان عام فہم تھی۔ نمونے کے طور پر اس اخبار کی ایک خبر ذیل میں درج کی جاتی ہے یہ خبر سید عبدالودود نقوی عاشقؔ کی وفات پر شائع ہوئی تھی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی خواہش پر ۱۸۰۷ء م ۱۲۲۲ھ میں بنگال سے "شہر فرخندہ اساس مدراس" آئے تھے۔ یہاں بہت سے طلبا ان سے مستفید ہوئے اور وہ مختلف اہم عہدوں پر فائز رہے اور ۱۲ ذوالحجہ ۱۲۶۸ھ م ۱۸۵۲ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔ "تیسیرالاخبار" نے ان کی رحلت کی اطلاع اس طرح شائع کی تھی۔

خبرِ رحلت

"بڑے تاسف کی بات ہے کہ مولوی مفتی سید عبدالودود صاحب نقوی شکایت ہیضہ سے گذشتہ دوشنبہ کی شب کو اس دارِ فنا سے ملکِ بقا کی طرف روانہ ہوئے اور ایک جہاں کے دل پر داغ دردِ الم کا بخشے اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت کرے، پھر کہاں ایسے شیخ اس صفحۂ ہستی پر پیدا ہوتے ہیں۔ زیست ایسے بزرگوں کی غنیمت ہے کیونکہ ایسے نادر صفات آدمی بس کم یاب نظر آئے کہ جس کے حسنِ خلق و مروت سے ہر کوئی عبرت پکڑتا تھا اور ہر آن انکی

فیض صحبت سے بہرہ در ہوتا تھا۔"

(تیسیرالاخبار، نمبر ۴۹، جلد ۴، مورخہ ۱۲ر اکتوبر ۱۸۵۲ء)

ایک اور خبر کی عبارت ملاحظہ ہو جس میں انھوں نے چوروں کی کثرت کی شکایت کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ سرِ شام بھی سڑک پر کوئی تنہا آدمی نہیں چل سکتا:

"بڑی حیرت کی بات ہے کہ اس آبادی میں پولیس والوں کا اتنا بندوبست رہنے پر چوروں کا شر بالکلیہ رفع دفع نہیں ہوا بلکہ آج کل یہ حال ہو گیا ہے کہ سرِ شام سرِ بازار تنہا آدمی جانا محال ہے کیونکہ پچھلے روز کا سرگذشت ہے کہ بٹن کے دروازے کے پاس ایک ہندو ان ہی رہزنوں کے ہاتھ لوٹ گیا۔"

(تیسیرالاخبار، نمبر ۹، جلد ۵، مورخہ ۱۱ر ڈسمبر ۱۸۵۲ء)

چارلس مٹکاف لفٹنٹ گورنر آگرہ جو ہندوستان کے عارضی گورنر جنرل بھی رہے ہیں ان کے عہد میں اخباروں کو جو آزادی دی گئی تھی اور جس کو ان کے جانشینوں نے بھی برقرار رکھا تھا۔ اس کی صدائے بازگشت ہمیں "تیسیرالاخبار" کے سرورق پر نظر آتی ہے:

"سوانح نگاروں کی حق بیانی اور راست قلمی کو کسی قسم کا اندیشہ سنگ راہ نہ ہونے کے واسطے حکامِ وقت کے یہاں سے رتبہ آزادی کا ملا ہے تا اس دولت غیر مترقب کی قدر کر کے بندۂ خوشامد گو اور عبدالدرہم والد نیا نہ رہیں۔

مخبر آزاد ہیں سخن کے بیچ
سوسن و سرو سے چمن کے بیچ

ہندوستان کے دیگر اخباروں کی طرح 'تیسیرالاخبار' کو بھی اپنے خریداروں سے عدم ادائیگی چندہ کی شکایت رہا کرتی تھی اس کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

"التماس دل حزین و ملول | ہو وے مقبول پیش اہل قبول

ہمارے کاغذ کے مشتریوں کی جناب میں التماس یہی ہے کہ بعضے صاحبان تو ماہ بہ ماہ بلا تامل قیمت 'تیسیرالاخبار' کی پہنچا کر ممنون فرماتے ہیں اور بعضوں پر مہینوں بلکہ برسوں کے پیسے چڑھتے ہیں پھر ہم اہتمام سے اس کے کیونکر پار اتر سکیں گے لہٰذا توجہ قدردانی

سے اُمید ہے کہ جو صاحبان اس باب میں تکاہل اور اعتراض فرماتے ہیں سو
پانچ آنوں کی کچھ بساط نہ سمجھ کے ماہواری دینے میں سُستی نہ کرنا اور تمام د
کمال باقی عنایت فرمادینا تا سربراہی اس کاغذ کی بوجہ احسن ہوا کرے اور
اخبار نادرہ سے ضیافت خاص و عام کی ہوتی رہے ؎

اہل تیسیر کی توجہ خاص — ہو میسر نہیں تو دور نہیں

اہل تیسیر کی توجہ خاص ایڈیٹر کو میسر نہ آسکی اور ۱۸۵۳ء میں یہ اخبار بالآخر بند ہو گیا۔
امداد صابری کا بیان ہے کہ "تیسیر الاخبار" پانچ سال کی عمر پاکر ۱۸۶۳ء میں بند ہو گیا۔[۱]
حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۵۳ء کے بعد کے شمارے کسی لائبریری میں دستیاب بھی نہیں ہوتے
اور نہ اس سنہ کے بعد مدراس کے دوسرے اخباروں میں اس کے حوالے سے کسی خبر
کو نقل کیا گیا ہے۔

"تیسیر الاخبار" کے اڈیٹر حکیم عبدالباسط عشق مدراس کے مشہور علمی گھرانے سے
تعلق رکھتے تھے وہ فورٹ سینٹ جارج کالج کے مشہور اُستاد مہدی واصف کے فرزند اور
عارف الدین خان رونق کے پوتے تھے[۲] عشق کا خاندان موصل (عراق) کے صدیقی خاندان
خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور ان کے اجداد تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے
اور برہان پور میں سکونت اختیار کی تھی۔ رؤسا مدراس نے ان کی قدر دانی کی۔ "تذکرہ گلزار اعظم"
سے پتہ چلتا ہے کہ عشق کی ولادت ۱۸۲۲ء م ۱۲۳۸ھ میں شہر مدراس میں ہوئی تھی تذکرہ
نگاروں کا بیان ہے کہ عشق نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد واصف اور اپنے ماموں
زین العابدین سے حاصل کی ان ہی سے فارسی اور عربی زبانیں سیکھیں پھر خان عالم خان فارق
سے عربی کی کلاسیکل کتابیں پڑھیں[۳]۔ مصنف تذکرہ شعرائے دکن لکھتے ہیں :

> "عشق فن طباعت یونانی و انگریزی میں قدرت کاملہ و ملکہ تامہ
> رکھتے تھے۔ طب انگریزی حکمائے فرنگ سے اخذ کی تھی۔ زبان انگریزی

۱۔ تاریخ صحافت اُردو (جلد اول) ص ۳۶۸

۲۔ رونق اور واصف کے تفصیلی حالات کے لیے راقم الحروف کے مقالے "مدراس میں اُردو ادب کی نشوونما" (جلد اول) یا راقم الحروف کی تحقیقی کتاب
فورٹ سینٹ جارج کالج جنوبی زبان و ادب کا ایک اہم مرکز" ملاحظہ ہوں۔

۳۔ نواب اعظم : تذکرہ گلزار اعظم ص ۲۶۴، مطبوعہ مدراس ۱۲۷۲ھ

مثل عربی و فارسی جانتے تھے"۔ ۱؎

عشق کے پوتے ملّا عبدالباسط بیان کرتے ہیں کہ عشق کا شمار اپنے زمانے کے مشہور و معروف ڈاکٹروں میں ہوتا تھا اور وہ سرجری میں ید طولیٰ رکھتے تھے انھیں اپنے فن سے بڑا شغف تھا ان کا مطالعہ اور ان کی نظر اس فن میں بڑی وسیع تھی ۔ ۲؎

نواب اعظم نے عشق کی مصروفیت کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ اپنے اوقات بیماروں کے معالجہ میں صرف کرتے تھے اور ایک اخبار "تیسیرالاخبار" بھی مدراس سے جاری کیا تھا۔ ملّا عبدالباسط کا بیان ہے کہ عشق نے کبھی حکمت کو اپنا ذریعہ آمدنی نہیں بنایا بلکہ اپنے دوست احباب اور غریب غرباء کا علاج مفت کرتے تھے۔ بسا اوقات ان کی دواؤں کے اخراجات بھی خود برداشت کرتے تھے اس فیاضی اور سیرچشمی کی وجہ سے اکثر مقروض اور تنگدست رہتے تھے لیکن با ایں ہمہ کبھی اُنھوں نے اپنا طریقہ نہیں بدلا ۔ ۳؎

ارکاٹ کے آخری حکمراں نواب محمد غوث خان بہادر اعظم کی وفات (۱۸۵۵ء) کے بعد عشق کے والد مہدی واصف اور ان کے دادا عارف الدین خان رونق حیدرآباد چلے گئے۔ عشق بھی اپنی جوانی کا ایک معتدبہ حصہ مدراس میں گذارنے کے بعد تلاش روزگار میں میسور چلے آئے۔ یہاں محکمہ مال میں اُنھیں ایک معقول خدمت مل گئی ۴؎ مہدی واصف نے اپنے عربی تذکرے "حدیقۃ المرام (۱۸۶۲ء) میں عشق کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ میسور میں موجود تھے ۵؎ میسور میں نو، دس سال قیام کے بعد عشق حیدرآباد آئے۔ یہاں آنے کے بعد نواب سالار جنگ اوّل نے ان کے فضل و کمال کی قدر دانی فرمائی اور دفتر دیوانی میں سررشتہ داری کی خدمت ان کے سپرد کی، پھر عجائب خانہ کے مہتمم بنائے گئے۔ مُلّا عبدالباسط لکھتے ہیں کہ جب عجائب خانہ برخواست کر دیا گیا تو عشق کو پوری تنخواہ کا وظیفہ ارسال کیا گیا حیدرآباد آنے کے بعد ان کا مشغلہ علاج معالجہ اور درس و تدریس تھا پھر وہ شعر بھی کہتے تھے شطرنج بھی بہت اچھا کھیلتے تھے اور یہ شوق بھی کچھ شاعری کی طرح وراثتاً ملا تھا کیونکہ ان کے دادا عارف الدین خاں رونق بھی شطرنج کے اچھے کھلاڑی تھے ۶؎

۱؎ عبدالجبار ملکاپوری : تذکرہ شعرائے دکن، جلد دوم ص ۸۵۳

۲؎ ملّا عبدالباسط : مقدمہ دیوانِ عشق ص ۲ مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۵۹ھ

۳؎ مقدمہ دیوانِ عشق ص ۲

۴؎ ۵؎ مہدی واصف : حدیقۃ المرام فی تذکرہ العلماء الا علام ص ۔۔۔ مطبوعہ مدراس ۱۲۷۹ھ

۶؎ مقدمہ دیوانِ عشق ص ۵

عشق کے نواسے عبدالرب اپنے ایک مضمون میں عشق کی خانگی زندگی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عشق چٹائی پر بیٹھتے تھے قالین، شطرنجی نصیب نہ تھی اور نہ کبھی ان کو اس کا خیال آیا۔ کھانا اچھا کھانا چاہتے تھے اچھا کھانا کبھی میسّر نہ آیا۔ طبیب حاذق تھے اس لیے لوگ ان کے معتقد تھے۔ "دو سو ستائیس روپیہ وظیفہ ملتا تھا اور گھر میں کئی کنیزیں تھیں سب اسی وظیفہ میں پرورش پاتے تھے۔ ایک بڑے دیگچے میں دن میں ایک مرتبہ موٹے چاول کا خشکہ، دالچہ اور ترکاری کا ایک سالن پکتا تھا۔ دسترخوان پر ہمیشہ دو تین مہمان ضرور رہتے۔ پہلے کرایہ کے مکانوں میں رہتے تھے۔ آخری زمانہ میں ان کے فرزند اکبر عبدالحئی کے موتر خانے (بیرون دروازہ چادر گھاٹ) کے قریب ایک مکان سات سو روپیہ میں خرید لیا تھا۔ گھر میں چوبیس گھنٹے شطرنج کا تختہ بچھا رہتا تھا بعض وقت مسلسل آٹھ آٹھ روز تک بازی چلتی رہتی تھی اور اسی دوران میں مریض آکر اپنی کیفیت بیان کرتے اور وہ نسخہ تجویز کرتے جاتے تھے ان کا کمپونڈر جمال دوائیں تیار کر دیتا۔ شطرنج کھیلتے کھیلتے پچاسوں شیشے قارورے کے دیکھتے اور نبض بھی دیکھتے رہتے۔ اور ایسی دوا تجویز کرتے جو تیر بہدف ہوتی۔ جب کبھی مرزا سالک کے یہاں مشاعرہ ہوتا یا نبسی راجہ کے فرزند کے پاس محفل مشاعرہ منعقد ہوتی تو شطرنج سے فارغ ہو کر غزل بھی لکھا کرتے۔ آخری زمانے میں خطاطی کا شوق پیدا ہو گیا تھا اور انھوں نے زرّین رقم خان مدراسی کی شاگردی اختیار کی تھی [۱]۔

عشق کا رنگ سُرخ، سپید، ہونٹ پتلے، پیشانی بلند و بالا، ناک سُتواں، قد متوسط سے کسی قدر نکلتا ہُوا، کاسہ سر ضخیم نحیف الجثہ، گرد داڑھی، شاہا پہنتے اور عمامہ باندھتے تھے [۲]۔

ملّا عبدالباسط کا بیان ہے کہ عشق کی وفات ۵ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ م ۱۸۸۴ء کو ۶۴ برس کی عمر میں ہوئی اور قبرستان گل باغ واقع محلہ ترپ بازار بلدہ حیدرآباد میں تدفین عمل میں آئی [۳]۔

عشق نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی کے بطن سے عبدالحئی وصف، ملّا عبدالقیوم، عبدالغنی اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ دوسری بیوی سے عبدالسلام اور ایک لڑکی ہوئی [۴]۔ ان میں سے اب کوئی بقید حیات نہیں اور نہ ملّا عبدالقیوم کے بیٹے ملّا عبدالباسط زندہ ہیں۔

۱۔ عبدالرب : حضرت عشق کے کچھ حالات صفحات ۲۸ تا ۳۰، مطبوعہ دیوان عشق

۲،۳۔ مقدمہ دیوان عشق ص ۹، ۱۰

۴۔ مقدمہ دیوان عشق ص ۹

عشق کی وفات کے بعد ان کے پوتے ملّا عبدالباسط نے ان کا دیوان "ترانۂ عشق" کے نام سے شائع کیا۔ "ترانۂ عشق" حصہ اوّل میں فارسی غزلیات اور رُباعیات ہیں۔ "ترانۂ عشق" حصہ دوّم میں اُردو غزلیات اور رُباعیات شائع ہوئی ہیں یہ اُردو اور فارسی کے دیوان ایک ساتھ ایک ہی جلد میں ۱۳۵۹ھ م ۱۹۴۰ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئے تھے۔ یہ مطبوعہ دیوان اب کمیاب ہے۔ کتب خانہ ایجوکیشنل کانفرنس حیدرآباد میں اس دیوان کی ایک کاپی موجود ہے۔

عشق کی شاعری

عشق کو شاعری کا شوق وراثتاً ملا تھا وہ اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اور اپنے کلام کی اِصلاح نواب خان عالم خان فاروق سے لیا کرتے تھے۔ شاگرد کو استاد سے اور استاد کو شاگرد سے خاص ربط و تعلق تھا۔ عشق بڑے پُرگو شاعر تھے۔ ملّا عبدالباسط لکھتے ہیں کہ اگر ان کے تمام اشعار کو جمع کیا جاتا تو کئی ضخیم دیوان ہوتے۔ ان کی پُرگوئی مشہور تھی۔ جب شعر کہنے پر آتے تو سینکڑوں شعر کہتے چلے جاتے تھے۔ عشق کے فرزند ملّا عبدالقیوم لکھتے ہیں " میرے والد انگریزی و ڈاکٹری میں یدطولیٰ رکھتے تھے اور شاعری باپ دادا سے میراث میں آئی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی ایک فخریہ قصیدہ میں اس پر اس طرح فخر کیا ہے ؎

سخن کہ فخر جہاں است خانہ زاد من است
زین شعر ز آبائے من مرا جاگیر

ایک شب میں چار، پانچ سو شعر کہہ ڈالتے تھے بارہا ان کے افکار کو قلم بند کرنا ہم سے دشوار ہوتا تھا اس قدر جلد فکرِ شعر فرماتے تھے[۱] اس کی تصدیق "تذکرہ گلزار اعظم" سے بھی ہوتی ہے نواب اعظم لکھتے ہیں " غزل و قصیدہ بکمال سُرعت می نگارد "[۲] عشق کے ایک اور معاصر سیّد مرتضیٰ بینش مولف " اشارات بینش " نے بھی عشق کی شعرگوئی کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے اور ان کے اشعار کو صاف اور شستہ قرار دیتے ہیں بینش لکھتے ہیں :

" اگرچہ از کمتر مدت بہ شعرگوئی میل نمودہ اما شعر شستہ وصاف سُرعت تمام میگوید "[۳]

عبدالجبار ملکاپوری نے عشق کے کلام کے متعلق اپنی رائے اس طرح ظاہر کی ہے :

۱ھ ملّا عبدالقیوم : اپنی کہانی اپنی زبانی صـ۱۴ مطبوعہ مجلہ نظامیہ ملّا عبدالقیوم نمبر ۱۳۵۹ھ
۲ھ تذکرہ گلزار اعظم صـ۲۶۴
۳ھ سیّد مرتضیٰ بینش : اشارات بینش صـ۹۸ مطبوعہ دہلی ۱۹۶۳ء

"آپ کی طبیعت کو شعر و شاعری سے زیادہ مناسبت تھی۔ غزل قصیدہ یہ مضامین دل کش بہ سُرعت تمام موزوں کرتے تھے۔ آپ کے کلام سے معلوم ہوتا تھا کہ مضامین کی طبیعت میں آمد تھی گویا تازہ تازہ مضامین آپ کے میدان خیال میں دست بستہ کھڑے ہوئے تھے۔ جب چاہتے تھے فی البدیہہ مضامین متفرقہ و معانی جدیدہ کا شیرازہ باندھ گلدستہ کی طرح اہلِ کمال و سخن سنجان نازک خیال کے جلسہ میں پیش کرتے تھے۔ بزرگانِ جلسہ آپ کے کلام فصاحت انجام کی داد دیتے تھے تحسین و آفرین کے ساتھ واہ واہ کہتے تھے"۔[۱]

مدراس کے شعراء دو مکتب خیال سے وابستہ تھے ایک تو وہ جو دقّت پسندی اور خیال آفرینی کو منتہائے کمال سمجھتے تھے اور دوسرے وہ جو معنوی خوبیوں کے ساتھ زبان اور لطف بیان کے دلدادہ تھے۔ عارف الدین خاں رونق اور مہدی واصف موخر الذکر گروہ کے ہم خیال تھے اور چونکہ عشق کی تعلیم و تربیت زیادہ تر اپنے والد کے سایہ عاطفت میں ہوئی تھی اس لیے ان کے کلام میں زبان اور محاورہ کی چاشنی زیادہ ہے اور زبان صاف اور رواں استعمال کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عشق متاخرین کے خیال بندانہ طرزِ سخن گوئی کے اثر سے بھی بچ نہ سکے تھے۔

دیوانِ عشق میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جو باوجود سادگی اور صفائی بیان کے معنیٰ آفرینی اور خیال آفرینی کا اچھا نمونہ ہیں۔ عشق کے زمانۂ جوانی کا کلام ضائع ہوگیا۔ ملّا عبدالباسط کا بیان ہے کہ طبیعت کی بے پروائی کی وجہ سے انھوں نے اپنا کلام جمع نہیں کیا اس بے پروائی اور بے توجہی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کا بیشتر کلام ضائع ہوگیا۔ عشق کا جو کچھ اُردو کلام ملّا عبدالباسط کو ملا وہ "ترانۂ عشق" حصّہ دوّم میں شامل ہے۔ اس دیوان کا مقدمہ عشق کے حقیقی برادرزادے عبدالواجد فرزند عبدالعلی والہ نے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں :

"حضرت عمی و استادی حضرت مولوی حکیم عبدالباسط صاحب قبلہ المخاطب بہ حکیم الممالک عشق تخلص رحمتہ اللہ علیہ قدس سرہ کا پورا کلام مدون نہ ہوا اور جو کچھ ہوا تھا اتفاق سے وہ بھی تلف ہوگیا۔ بہت سی غزلیں مدراس اور ہمارے حیدرآباد میں ان کے بعض شاگردوں اور دوستوں

۱۔ تذکرہ شعرائے دکن (حصّہ دوّم) صـ۸۵۳ مطبوعہ حیدرآباد۔

کے پاس رہ گئی تھیں اس کمترین کے نزدیک بھی فارسی اور اُردو کی چند غزلیں
تھیں جن کو حضرت مرحوم نے کمترین کے حسب درخواست اپنے محب صادق
نواب اسد علی خان صاحب کے پاس سے منگوادی تھیں تاکہ ان کی
فراہمی ہو جائے پس کمترین نے ان کو اجزائے ذیل میں بلحاظ ردیف جمع
کر دیا اور حضرت قبلہ گاہی مدظلہ' دعم فیضہ' کی ہدایت سراپا برکت سے
"ترانۂ عشق" اس دیوان مختصر کا نام رکھا"[1]

عشق کے اُردو دیوان میں جملہ پینتالیس (۴۵) غزلیات اور سترہ (۱۷) رُباعیات ہیں۔
راقم الحروف کو عشق کی چند ایسی غزلیں ملی ہیں جو بہادر شاہ ظفر کی زمینوں میں کہی گئی ہیں یہ
غزلیں مطبوعہ دیوان میں شامل نہیں ہیں۔ یہ غزلیات مدراس کے قیام کی یادگار ہیں۔ چند منتخب اشعار
درج ذیل ہیں :

تن میں نہ رہا رشتۂ دم بھی تیرے باقی — آخر نہ جنوں جامے کا اک تار بھی چھوڑا
کفر اسکی رگ جان سے نکلے گا بھلا کیوں — ظاہر میں برہمن نے گو زنار بھی چھوڑا
آنکھوں کی تیری مستی میں سُدھ بھول گئے — اب پیچھے لو مے کے ہے خمار بھی چھوڑا
افسوس ہوا دل نہ اِدھر کا نہ اُدھر کا — جب چھوڑ دیا میں نے تو دلدار بھی چھوڑا
کرتا تھا غضب تو ہیں سمجھتا تھا اُسے پیار — پیارے ہے غضب تو نے جو وہ پیار بھی چھوڑا
اخبار میری پڑھ کے خبر بھی نہ ہوا آہ — ناچار میں اب چھاپا اخبار بھی چھوڑا
تھا عشق کے انکار میں اقرار محبت — اب اس نے تو انکار کا اقرار بھی چھوڑا

(اعظم الاخبار نمبر ۱، جلد ۵، مورخہ ۴ر دسمبر ۱۸۶۵ء)

اسی بحر میں عشق کی ایک اور غزل ملاحظہ ہو جو دیوان میں شامل نہیں ہے ؎

ہوں بے سر و سامان تیرے کوچے میں خاموش — دستار بھی رفتار بھی گفتار بھی چھوڑا
واں بیٹھتے تھے ساتھ میرے ان کے اغیار — ناچار ترا سایہ دیوار بھی چھوڑا
خوش طبعی سے کہتے ہو تیرا کون ہے غمخوار — لو خوش رہو تم لے کوئی غمخوار بھی چھوڑا

(اعظم الاخبار نمبر ۱، جلد ۵، مورخہ ۴ر دسمبر ۱۸۶۵ء)

عشق کی ایک اور غیر مطبوعہ غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

نہ بر آیا وصل کا مُدعا رہے مانگتے ہوئے سب دُعا

---

[1] مقدمہ ترانۂ عشق ص۲ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۵۹ھ

یہ ترس ترس وہ ترس ترس میں ترس ترس تو ترس ترس
میں تو عندلیب عجیب ہوں چمن جناں میں غریب ہوں
مجھے جگ قفس، مجھے گھر قفس، مجھے تن قفس، مجھے دل قفس

(اعظم الاخبار نمبر ۴، جلد ۵، مورخہ ۱۸ر ڈسمبر ۱۸۶۵ء)

اعظم الاخبار ہی میں عشق کی ایک اور غزل بہادر شاہ ظفر کی زمین میں شائع ہوئی تھی۔ اسی زمین میں مدراس کے دوسرے متعدد شعراء نے بھی طبع آزمائی کی تھی۔ عشق کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

بچے کہاں گردش زماں سے فلک پہ انجم زمیں پہ مردم
ہمیشہ سرگشتہ آسماں سے فلک پہ انجم زمیں پہ مردم
غم جدائی سے ہو کے مضطر کرو ہوں دن رات شور محشر
ہیں درد سر میں میرے فغاں سے فلک پہ انجم زمیں پہ مردم
اگرچہ ان کی نہیں رسائی کہ تیرے در پہ ہو جبہ سائی
مگر فدائی ہیں جسم و جاں سے فلک پہ انجم زمیں پہ مردم
زمیں پہ سخت ہے سو ظاہر اور آسماں دور طبع باہر
پہ خوش ہوئے عشق کے بیاں سے فلک پہ انجم زمیں پہ مردم

(اعظم الاخبار نمبر ۱۴، جلد ۵، مورخہ ۲۹ر جنوری ۱۸۶۵ء)

عشق کے مطبوعہ دیوان "ترانۂ عشق" سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مومن دہلوی کے دیوان کا بہ غور مطالعہ کیا تھا اور انھیں کلام مومن پسند تھا۔ عشق نے اپنے ایک شعر میں مومن کا اس طرح ذکر کیا ہے ؎

میں مانتا ہوں قول کو مومن کے دل سے عشق
وہ فتنہ پر زمیں ہے اب آسماں نہیں؟

عشق اپنے ایک شعر میں اپنے ایک ہم عصر شاعر حبیب اللہ ذکا کی اس طرح تعریف کرتے ہیں ؎

دل باغ باغ اور معطر دماغ ہے
کیا بہرہ یاب عشق ہیں شعر ذکا سے ہم

عشق خود اپنے فن کی قدر جانتے تھے انھیں دعویٰ ہے ؎

سنا ہے تم نے کسی سے اگر سخن اچھا سنا ہی دیگا شنو عشق اس سے بہتر کو

تب ہی تو عشق ہیں مضمون شوخ سب تیرے
کہ خونِ دل سے دیا رنگ میں نے ہر ہر کو

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عشق زمانے کی بے قدری سے آزردہ تھے انھیں احساس تھا کہ ان کے کلام کی جیسی چاہیئے تھی ویسی قدر نہیں ہوئی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں ؎

اب زمانے سے نہ رکھ قدر کی تو آس اے عشق
بے ہنر کیوں نہ ہوا کس لیے جاہل نہ ہوا

طاقت نہ کہنے کی نہ سمجھنے کا حوصلہ
فکر و تلاش شعر و سخن رائیگاں ہے اب

"ترانۂ عشق" میں جو غزلیات ہیں ان سے عشق کی پُرگوئی اور روانی طبع کا پتہ چلتا ہے ایک ہی بحر و ردیف میں آٹھ آٹھ، دس دس غزلیں ملتی ہیں عشق اپنی پُرگوئی اور زود فکری کی وجہ سے اپنے ہم عصروں میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ عشق کے چند شعر جن سے ان کے رنگ سخن کا اندازہ ہو سکتا ہے ملاحظہ ہوں ؎

جن کو نہیں خیال خطا و صواب کا ہوں میں شہیدان کے ہی ناز و عتاب کا

افسوس ہے کہ اب تو وہ دل بھی نہیں رہا جو سُننے والا تھا مرے حال خراب کا

میں حیران ہوں اے دل تجھے کیا ہوا کہ ناحق تُو محوِ تمنا ہُوا
خبر بھی نہیں اُس کو میری ہوئی دل و جاں سے جس پر ہوں شیدا ہُوا
ستاؤ نہ تم عاشقِ زار کو وہ دُنیا سے دل ہے اُٹھایا ہُوا

بہار جوانی ہے ان کی غضب دو انوں سے آباد صحرا ہُوا
ہُوا عشق عاشق جو جاگے نصیب کہاں کوئی معشوق تم سا ہُوا

ہے بے وفائی و وفا میں جو چلی بحث تھی کل میں اِدھر یار اُدھر ہو گئے قائل دونوں

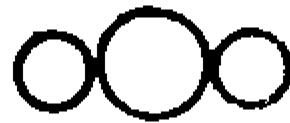
دِل اگر سرد ہُوا داغ کے مُرجھانے سے عؔشق کہتا ہے نہ کھا غم چمن آرا میں ہُوں
قابلِ دید ہے یہ جوشِ بہارِ تازہ گُل ہے سودا تیرا اور بُلبُل گویا میں ہُوں
توڑ کر عہد کبھی تم تو پشیماں نہ ہوئے سر سے لے تا بقدم شرم تقاضہ میں ہوں

فرہاد و قیس اُٹھ گئے دُنیا سے کیا ہُوا ان کی جگہ میں ہم ہیں کہ خالی جہاں نہیں

عؔشق نے چھوٹی اور رَواں بحروں میں اچھی غزلیں کہی ہیں ایک غزل کے چند شعر یہ ہیں ؎

دِل میں تاب و تواں نہیں باقی حسرتِ اِنتظار رکھتے ہیں
دِل خرّم نہیں ہے سینہ میں داغ اِک یادگار رکھتے ہیں
بے وفائی تیری رہے کب تک ہم وَفا پائیدار رکھتے ہیں

" ترانہ عؔشق " کے آخر میں سترہ (۱۷) رُباعیات ہیں۔ ان رُباعیوں میں عؔشق نے اخلاقی نکات بیان کیے ہیں۔ ان کی زبان سیدھی سادی اور پُر اثر ہے۔ مختصر یہ کہ عؔشق ایک قادر الکلام پُر گو شاعر تھے زبان کی صفائی، نُدرتِ خیال اور طرزِ اَدا کی بے ساختگی کی وجہ سے وہ مدراس کے شعراء میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کے اخبار نے بھی اُردو زبان اور عام بول چال میں عوام اور خواص کے شعور کو بنانے اور قومی و ملّی جذبات کو اُبھارنے میں گراں قدر حصّہ لیا تھا۔ اُردو صحافت کی قدیم تاریخ میں اس اَخبار کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔



رئیس الاخبار

رئیس الاخبار مدراس اُردو کا ایک قدیم اخبار ہے لیکن مولوی نصیر الدین ہاشمی کی کتاب "مدراس میں اُردو"، عتیق صدیقی کی "ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں)"، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے مقالے "صحافت پاکستان و ہند میں" اور ڈاکٹر عبدالحق کے مضمون "اُنیسویں صدی میں مدراس کے اُردو اخبار" (مطبوعہ رسالہ اُردو، اپریل ۱۹۶۱ء) میں اس اخبار کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ راقم الحروف کو مدراس کے مشہور اخبار "اعظم الاخبار" کے متعدد شماروں میں "رئیس الاخبار" کے حوالے ملے۔ صاحب "اعظم الاخبار" نے "رئیس الاخبار" کی کئی خبریں اپنے اخبار میں شائع کی تھیں۔ ۴ر اپریل ۱۸۵۰ء کے "اعظم الاخبار" سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم ۱۲۶۵ھ م ۱۸۴۸ء میں قاضی بدرالدولہ کی مشہور کتاب "فواید بدریہ" مطبع "اعظم الاخبار" سے شائع ہونا شروع ہوئی تھی۔ اسی عرصہ میں "رئیس الاخبار" نے بھی بلا اجازت یہ کتاب شائع کرنا شروع کر دی حالانکہ "اعظم الاخبار" نے اپنے نام "فوائد بدریہ" کی رجسٹری بھی کر دالی تھی۔

"اعظم الاخبار" کے ایک اور شمارے سے معلوم ہوتا ہے کہ "رئیس الاخبار" کے ایڈیٹر سید عبدالوہاب تھے وہ ہیضے کے مرض سے ۸ر ذوقعدہ ۱۲۶۶ھ م ستمبر ۱۸۵۰ء کو انتقال کر گئے ان کی وفات پر "اعظم الاخبار" نے حسب ذیل نوٹ جاری کی تھی:

"محل حسرت و تاسف ہے کہ ماہ حال کی آٹھویں تاریخ یکشنبہ کا روز مہتمم "رئیس الاخبار" سید عبدالوہاب غفرہ اللہ تعالیٰ ہیضہ وبائی کی شکایت سے منزل عقبیٰ طرف رسدھارا اور داغ حسرت اپنے خویش و اقارب کے دل پر رکھ چھوڑا۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا اِلیہ راجعون۔

(اعظم الاخبار، نمبر ۱۲۶۶ھ، جلد ۳، مورخہ ۱۹ر ستمبر ۱۸۵۰ء)

"رئیس الاخبار" دور دور تک مشہور تھا۔ اخبارات اس کے حوالے سے خبریں جاری

کرتے تھے چنانچہ "اسعد الاخبار" آگرہ کے ایک شمارے مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۸۴۹ء میں "رئیس الاخبار" کے حوالے سے "خبر مذہب جدید" شائع ہوئی تھی [1]

"رئیس الاخبار" ۱۸۴۹ء اور ۱۸۵۰ء کے ابتدائی مہینوں میں بھی جاری تھا۔ ۴ر اپریل ۱۸۵۰ء کے "اعظم الاخبار" میں "رئیس الاخبار" کا تذکرہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سید عبدالوہاب کی وفات ذوقعدہ ۱۲۶۶ھ م نومبر ۱۸۵۰ء کے بعد "رئیس الاخبار" بند ہوگیا۔ "رئیس الاخبار" اب نایاب ہے اس کے شمارے اب کسی کتب خانے میں نہیں ملتے۔

تعلیم الاخبار

۱۸۵۷ء سے بیشتر جو اخبارات مدراس سے شائع ہوئے ان میں "تعلیم الاخبار" نمایاں حیثیت کا مالک ہے لیکن محققین اس اخبار کے متعلق خاموش ہیں۔ اس اخبار کے حوالے اعظم الاخبار' میں ملتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "تعلیم الاخبار" کے ایڈیٹر منشی سید حسین تھے اور ان کے اخبار نے تھوڑے ہی دنوں میں کافی مقبولیت حاصل کرلی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نو آموز سرداروں کی تعلیم میں اس اخبار کا بھی بڑا حصہ رہا ہے چنانچہ 'اعظم الاخبار' کی ایک اشاعت (مورخہ ۱۸ر مارچ ۱۸۵۲ء) سے معلوم ہوتا ہے:

> "مدراس میں بہت سے ہندی اخبار نامی رواج پائے اور آج تک جاری بھی ہیں کسو اخبار نامی سے نو آموز سرداروں کی تعلیم اتنی نہ ہوئی جتنی "تعلیم الاخبار" سے ـــ یہ کاغذ اگرچہ تھوڑے ہی دنوں سے یہاں رواج پایا پر قدردان سرداروں کی قدردانی کی جہت (حیثیت) سے دیکھیں تو قدیم قدیم کاغذوں سے بھی بمراتب بڑھ کر ہے یہ فقط ہمارے شفیق قدیم منشی سید حسین صاحب کے حسن اہتمام کی خوبی کا سبب ہے دوسرے کو یہ منہ کہاں۔ ہاں اب یہ دوسرے منشی صاحب کی شرافت سے اور

[1] امداد صابری: 'تاریخ صحافت اردو' جلد اول ص ۲۹۸، مطبوعہ ۱۹۵۳ء

اور بھی رونق بڑھے گا۔"

(اعظم الاخبار نمبر ۲۱ جلد ۵ مورخہ ۱۸ / مارچ ۱۸۵۲ء)

امتیاز علی عرشی صاحب نے "تعلیم الاخبار" کے متعلق لکھا ہے کہ یہ اخبار ہر دوشنبہ کو منشی سید حسین کی ادارت میں نکلتا تھا اور اس کا پہلا پرچہ ۲ / محرم ۱۲۶۸ھ م ۱۷ / نومبر ۱۸۵۱ء کو شائع ہوا تھا۔[۱]

گارساں دتاسی کے مقالے ۱۸۶۴ کے حوالے سے اِمداد صابری نے لکھا ہے کہ مدراس کے ہفتہ وار "تعلیم الاخبار" کو نہ بھولنا چاہیئے۔ جس کے ۱۸۶۵۲ تک کے نمبر میری نظر سے گذرے ہیں۔[۲]

مندرجہ بالا بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ "تعلیم الاخبار" منشی سید حسین کی اِدارت میں مدراس سے ہر دوشنبہ کو شائع ہوتا تھا۔ ۱۸۶۵۱ سے ۱۸۶۵۲ تک اس اخبار کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔

"مدراس میں اُردو، ہندوستانی اخبار نویسی، اور صحافت پاکستان و ہند میں" "تعلیم الاخبار" کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

"تعلیم الاخبار" اب نایاب ہے اس کے شمارے اب کسی کُتب خانے میں نہیں ملتے۔



۱۔ اِمتیاز علی عرشی : قدیم اَخبارات کی کچھ جلدیں، مطبوعہ "نوائے اَدب" بمبئی اپریل ۱۹۶۵۸

۲۔ اِمداد صابری : تاریخ صحافت اُردو، ص ۴۶۶ مطبوعہ دہلی ۱۹۶۶ء

امیرالاخبار

" امیرالاخبار" اُردو کے قدیم اخبارات میں سے ایک ہے لیکن اس اخبار کے متعلق محققین خاموش ہیں، مولانا امداد صابری، عتیق صدیقی صاحب اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی کتابوں میں اس اخبار کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔" مدراس میں اُردو" میں مولوی نصیرالدین ہاشمی نے اس اخبار کی کوئی تفصیل نہیں دی وہ صرف گارسان دتاسی کے حوالے سے اس اخبار کی اِجرائی ۱۸۶۸ء بتاتے ہیں۔

" امیرالاخبار" کے چند شمارے عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ہیں۔ یہ اخبار جلد نمبر تین اور سنہ ۱۲۷۲ھ م ۱۸۵۶ء کے ہیں۔ جلد تین لکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار تین سال پیشتر سے جاری تھا۔" امیرالاخبار" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار کا اِجراء محرم ۱۲۷۱ھ م اکتوبر ۱۸۵۴ء کو عمل میں آیا تھا۔ اس طرح گارساں گارساں دتاسی اور مولوی نصیرالدین ہاشمی اس اخبار کے سنہ اجراء کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔

" امیرالاخبار" بارہ صفحات پر شائع ہوتا تھا۔ اس کا سائز ۷×۱۲" ہے اور ہر صفحہ پر تین کالم ہیں۔ اس کی کتابت، طباعت اور کاغذ اوسط درجے کا ہے خبروں کی ترتیب میں ایک طرح کا سلیقہ نظر آتا ہے۔ اخبار کے پہلے صفحے پر جلی عربی اندازِ تحریر میں " امیرالاخبار" لکھا جاتا تھا اور اس کے نیچے جلی حرفوں میں یہ لکھا ہوتا:

" ہفتے میں ایک بار جمعرات کی شام کو اشتہار قیمت اس کی ایک
روپیہ ماہوار پیشگی سال تمام آٹھ روپیہ بعد سال تمام اٹھارہ روپیہ
بعد ششماہ آٹھ روپیہ اُجرت ڈاک ذمہ خریدار۔"

پھر ہجری، عیسوی اور فصلی تاریخ درج کی جاتی۔ پہلے صفحہ پر فورٹ سینٹ جارج گزٹ کی خبریں ہوتیں۔ حسب ذیل اطلاع بھی اکثر شائع کی جاتی تھی:

" اِطلاع دی جاتی ہے کہ" امیرالاخبار" کے پہنچنے میں قصور

ہو تو چٹھی سے اطلاع دے جاوے والا زبانی کہلا بھیجیں تو منظور
نہ ہو تو وہ تحریراً اطلاع کریں فقط کاغذ واپس کردیں تو باحتمال
نہ دست یاب ہونے کے واپس کیا جائے گا۔ جو صاحب ایک اخبار
خرید کے چھوڑ دیں تو زر ماہواری برابر لیا جائے گا۔ بعد بھیجنے پیشگی
سال تمام کے ایک اخبار بھی لے کر موقوف کردیں تو مبلغ واپس
نہ ہوگا۔ جو لوگ دور دراز رہنے والے ہفتہ وار بلا ناغہ اخبار تازہ لکھ کر
اسٹامپ پیڈ بھیجیں تو ان کو یہ اخبار مفت ہی دیا جائے گا۔ جو
صاحبان مدراس کے گنڈ سالے کے باہر رہتے ہیں سوا تھیں اخبار
بیلی ڈاک سرکاری روانہ ہوگا۔"

دوسرے صفحے پر مدراس کی خبریں دی جاتی تھیں اس کے بعد پڑوسی ریاستوں اور ملک کے دوسرے حصوں کی خبریں دی جاتیں بیرون ملک کی خبریں بھی ہوا کرتی تھیں۔ "امیرالاخبار" میں جن اخبارات کے حوالے سے خبریں شائع ہوتی تھیں ان میں کرناٹک ٹیلیگراف، بمبئی جنرل اخبار انگریزی، لاہور کرانیکل، بنگلور ہیرالڈ، طلسم لکھنؤ، مخزن الاخبار لکھنؤ، اشرف الاخبار لکھنؤ، سحر سامری، تعلیم الاخبار، صبح صادق مدراس، تاج الاخبار، جام جمشید، اخبار کراچی، کشف الاخبار، دہلی گزٹ انگریزی، مفرح القلوب کراچی، سلطان الاخبار، اخبار بنگلور اردن اودھ، گلشن نو بہار کلکتہ، اخبار کلکتہ، اخبار انگلش مین کلکتہ، جام جہاں نما، عظیم الاخبار، بمبئی ٹمس اور صادق الاخبار وغیرہ قابل ذکر ہیں۔" امیرالاخبار" کے آخری صفحے بارہ پر اختتام میں یہ عبارت ہوتی تھی:

"یہ کاغذ مطبع غوثیہ میں مختار النساء بیگم کی گلی میں ۶۲ نمبر کے گھر میں
چھاپا گیا۔ المشتہر محمود حسین معہ شریک۔"

محمود حسین "امیرالاخبار" کے ایڈیٹر تھے۔ ان کے حالات زندگی پر گمنامی کا پردہ پڑا ہوا ہے ہمارے تذکرہ نویسوں نے ان کے ساتھ بڑی بے اعتنائی برتی ہے۔ "امیرالاخبار" کے جو چند شمارے ہماری نظر سے گذرے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایڈیٹر "امیرالاخبار" کو شعر و سخن سے دلچسپی تھی۔ کبھی کبھار شعری تخلیقات اور علمی و ادبی خبریں بھی ان کے اخبار کی زینت بنتی تھیں۔ ۷ مئی ۱۸۵۷ء کے شمارے میں محمد اعلیٰ علی خان دانش رئیس مراد آباد کی ایک غزل بڑے اہتمام سے شائع ہوئی تھی۔ اس غزل کا مطلع یہ ہے ؎

دغا کی تم نے اور ہم نے دُعا کی جفاؤں پر بھی آخر تک وفا کی

۱۲ رمئی ۱۸۵۷ء کے شمارے میں "ملک الشعراء خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق مرحوم مغفور" کی وفات پر مرزا رحیم بیگ رحیم متوطن میرٹھ کا قطعہ تاریخ وفات شائع ہوا ہے مولوی رحیم بیگ کے متعلق گراں قدر خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ " نظم ونثر میں شہر میرٹھ کیا بلکہ ممالک نزدیک و دُور میں ان کا کوئی ثانی نہیں" شعراء اور مصنفین کی وفات پر تفصیلی نیوز جاری کی جاتی تھی، چنانچہ منشی مرزا عبدالباقی وفا کی وفات پر ۱۱ر ڈسمبر ۱۸۵۶ء کے شمارے میں تفصیلی نیوز شائع کی گئی۔ ۲ر اکٹوبر ۱۸۵۶ء کے شمارے میں مغل شہزادے مرزا محمد امین الدین صاحب بہادر المعروف بہ مرزا امانی صاحب کے مدراس میں انتقال کرجانے کی تفصیلی نیوز شائع ہوئی۔

ارکاٹ کے آخری حکمراں نواب محمد غوث خاں بہادر کی وفات ۱۸۵۵ء کے بعد ان کے ملازمین اور ارباب علم وادب پر بڑی تباہی آئی۔ ایڈیٹر "امیرالاخبار" ان ملازمین کی تباہی پر آنسو بہاتے اور ارباب اقتدار کو ان کی حالتِ زار پر متوجہ کرتے تھے۔

نواب محمد غوث خان بہادر کی وفات کے بعد ان کا سارا سامان ایسٹ انڈیا کمپنی نے نیلام کر دیا ان کے گھوڑے بھی فروخت کر دیئے گئے تھے " امیرالاخبار" نے اس واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا تھا :

" ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ سب گھوڑے اچھے ہیں علی الخصوص اس میں تیس[۳۰] گھوڑے بہت ہی خاصہ ہیں القصہ نواب مرنے کے وقت سے سب جا جو کر ۹۵ گھوڑے تھے سو ان میں بھی کم ہو کر ۹۱ رہا۔ اُنھوں میں دو ندیم الدولہ کو اور ایک رجو میاں کو جو نواب آگے دے چکے تھے مل گیا باقی گھوڑوں میں پانچ محل خاص اور دو اعظم النساء کی سواری کے واسطے اور ان کے یہاں بھیجہ سے کر باقی اکیاسی[۸۱] گھوڑے ہرّاج کو گئے ہیں ۲۲ ماہ حال کو نیلام مقرر ہے۔"

(امیرالاخبار نمبر۱۱ جلد ۳ مورخہ ۱۳ر نومبر ۱۸۵۶ء)

"امیرالاخبار" کے جو چند شمارے دستیاب ہوتے ہیں ان میں پہلی جنگ آزادی کے بعض واقعات پر روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شمالی ہندوستان میں اُس وقت ہر طرف خوف وہراس پھیلا ہُوا تھا۔

"امیرالاخبار" مورخہ ۴ر جون ۱۸۵۷ء کے شمارے میں مالٹ بی اکٹنگ چیف سکریٹری کے حوالے سے یہ خبر جاری ہوئی تھی :

"آگرہ سے ۳۱ ویں ماہ گذشتہ (۳۱ر مئی ۱۸۵۷ء) و دو پہلی ماہ حال (یکم جون ۱۸۵۷ء) کو تار برقی پر جو خبر کر آئی یہہ ہے :
میرٹھ میں سب طرح کا امن و آرام ہے تھالو اور ضلع جات کے خزانوں پر کسی کا حملہ نہیں ہوا ہے یہاں سے باغیاں اور شہدوں کی جماعت دہلی کو دوڑ جا کر فساد برپا کی تھی سو چو طرف منتشر پراگندہ ہوگی۔ ہم سب خیریت سے ہیں۔ علی گڑھ اور میرٹھ میں رسل و رسائل کے آمد و شد موقوف تھی سو جاری ہو گئے بعض باشندگان دہلی سے جو اخبارات پہنچے طمانیت بخش ہیں چونکہ باغیاں پھوٹ پھوٹ کر گھروں کی راہ لے رہے ہیں۔ میرٹھ انبالہ و دوسرے مقاموں سے دہلی پر فوجیں چلے جا رہے ہیں۔ علی گڑھ، بلند شہر میں کوئی فتنہ نہیں۔ علی گڑھ میں تیس، چالیس گورے اپنی نوکری بخوبی کر رہے ہیں"

اس اطلاع کے نیچے "غازی گڑھ" کی خبر بھی مالٹ بی اکٹنگ چیف سکریٹری کے ہی حوالے سے شائع ہوئی ہے اور لکھا ہے :

"میرٹھ کی فوج کی یک ٹکڑی جو **غازی گڈھ** کی طرف جا رہی تھی ۳۰ ویں ماہ / ۳۰ر اگست ۱۸۵۷ گذشتہ کو راستے میں باغیوں کی جماعت کثیر کے ساتھ مقابل ہو کر ان کو شکست فاش دی۔ اس مقابلہ میں بہت سے باغیاں مارے گئے اور اُنھوں کے ساتھ پانچ توپیں تھیں سودہ فوج انگریزی کے ہاتھ آگئیں۔ انگریزی جانب کے ۴۵ جوان کام آئے اور زخمی ہوئے۔ بارود خانہ کی آتش زدگی سے اس میں اکثروں کی تباہی ہوئی"

اسی اخبار کے شمارے میں الہ آباد کی خبروں میں "جام جہاں نما" کے حوالے سے لکھا ہے:

"اُدھر کے خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں بھی خوف و بیم پیدا ہو گیا ہے اور سپاہ رجمنٹ ششم بخوف و بے محابا سرکشی اختیار کی ہے بلکہ سرکار سے مستعد مقابلہ ہے اور طرفہ یہ ہے کہ

ساکنین شہر مانند بید لرزاں و رعشہ بر اندام ہیں اور دست ستم
دجور باغیاں سے اندیشناک ہیں۔ سبب اس زیادہ خوف کا یہ ہے
کہ وہاں اور کچھ فاصلہ دراز پر افواج انگلستانی بالکل نہیں ہے۔
تا وقت ضرورت۔۔۔ اعانت انھوں کے آئے۔ کپتان ہادر صاحب
آمادگی توپ خانہ ماتحت خود سے وہاں کے قلعہ پر مستعد حفاظت
ہیں تاکوئی فتنہ ہو جائے تو باغیوں پر یورش کریں۔

اسی اخبار میں " مفسدۂ لکھنو " کے تحت " عظیم الاخبار " کے حوالے سے مندرجہ ذیل نیوز شائع ہوئی تھی :

" عظیم الاخبار" خبر دیتا ہے کہ افواہ اُڑی تھی کہ سر ہنری لارنس صاحب
معہ لیڈی مارے گئے سو سراسر غلط اور دروغ ہے صاحب موصوف
اور انہوں کی میم صاحب زندہ وسلامت ہیں چنانچہ بیسویں تاریخ
کو سر ہنری لارنس صاحب کے پاس سے ایک خط آیا جس میں یہ
مرقوم تھا کہ شہر لکھنؤ اور اس طرف کے ضلعوں میں سب طرح سے
چین حاصل ہے یقین ہے کہ جس وقت سپہ سالار صاحب بہادر
طرف دہلی جائینگے تو باغیاں بہت عاجز آئینگے۔"

اور اسی اخبار میں " میرٹھ " کا تذکرہ بھی ہے اور وہاں کے انگریزی یتیم خانے کی بربادی کا قصہ بیان کیا گیا ہے :

" دو ہفتوں سے جو کاغذ کہ اطراف و جوانب سے آتے ہیں دنگے
فساد کی خبریں سناتے ہیں خصوصاً میرٹھ کا عجب حال ہے باغیوں
کا ظلم وستم بدرجۂ کمال ہے چنانچہ یہاں تھا سو ایک انگریزی یتیم
لڑکیوں کے مدرسے میں کہکر چھوٹے چھوٹے لڑکیوں کو پکڑ کر خوب خوردو
خام کیے ایک کو نہ چھوڑے چالیس پچاس بیچاریوں کا کام تھوڑے وقت میں تمام کیئے۔"

(امیر الاخبار نمبر ۴ جلد ۳ مورخہ ۲۴ رجون ۱۸۵۷ء)

۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کے موقع پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے متعدد اردو اخبار کو ضبط کر لیا تھا اور ان کے مالکوں پر مقدمے بھی چلائے تھے چند اخبارات کا تذکرہ ہمیں " امیر الاخبار" میں بھی ملتا ہے۔ ۱۳ راگست ۱۸۵۷ء کے " امیر الاخبار" میں "

اخبارات کلکتہ" کے عنوان سے حسب ذیل خبر جاری کی گئی تھی :

"جناب منشی احمد علی صاحب مہتمم اخبار "دوربین" پیشگاہ اجلاس میں حاضر ہوئے بعد دریافت مقدمہ ان "ناٹ گلٹ" ہوگیا اور بعد اس کے جناب حافظ محمد طاہر صاحب مہتمم "سلطان الاخبار" کہ ان کا مقدمہ بھی ہم قالب اسی معاملہ کا تھا بلائے گئے اور بہ سبب بے جرمی رہا ہوئے بابو شام چندر صاحب مہتمم شماچار سودا پرسن کہ ان کا مقدمہ بھی مقدمات سابق کے مطابق تھا ایک بجے سے شام تک زیر دریافت تھا یہ بھی بے قصور ہوکر رہا ہوگئے اور کچھ خبر مہتمم صاحب "گلشن نوبہار" وقت ضبطی سے آج تک معلوم نہ ہوئی۔ آئندہ جو حال گذریگا لکھا جائے گا۔" (جام جہاں نما' کلکتہ)

(امیرالاخبار' نمبر ۴۸ جلد ۲ مورخہ ۱۲ اگست ۱۸۵۷ء)

غرض "امیرالاخبار" میں دنگا' فساد' مار پیٹ اور سماجی نابرابری کے سبب وقوع پذیر ہونے والے واقعات پر مبنی خبریں نمایاں طور پر شائع کی جاتی تھیں۔ جنوری ۱۸۵۷ء میں حیدرآباد دکن میں باندی غلام اور بچوں کی خرید و فروخت پر پابندی لگائی گئی اور خلاف ورزی پر سخت سزا کا اعلان ہوا۔ "امیرالاخبار" نے مندرجہ ذیل اطلاع نمایاں طور پر شائع کی تھی :

"حیدرآباد میں باندی غلام نہ بیچنے کے واسطے نائب دیوان کے طرف سے ان دنوں ایک اشتہار شاید دیا گیا تھا اس کا ترجمہ انگریزی میں صاحب "انگلشمین" اپنے اخبار داخل کیے تھے سو ہماری نظر سے گزرا ہم اس انگریزی کا ترجمہ بعینہٖ داخل ذیل کرتے ہیں :
نقل اشتہار : قرآن شریف میں ممانعت خرید و فروخت اطفال آئی ہے اس لیے اطلاع دی جاتی ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہو یا ہنود کسی اور قوم کے بچوں کو نہ بیچے اگر آئندہ کوئی اس حکم کے خلاف بچوں کو بیچے گا یا ان کو مول لیگا تو دونوں کو سرکار سے معقول سزا پہنچے گی۔"

مہر نائب دیوان
مرقوم دوم ربیع الاخر ۱۲۷۳ھ

(امیرالاخبار نمبر ۲۱ جلد ۳ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۸۵۷ء)

غرض "امیرالاخبار" نے اپنے معاصر جرائد کی طرح اُردو زبان اور عام بول چال میں عوام اور خواص کے شعور کو بنانے اور قومی و ملّی جذبات کو اُبھارنے میں گراں قدر حصّہ لیا تھا۔ اُردو صحافت کی تاریخ میں ایسے اخبار کی خدمات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

قاصد الاخبار

"تاریخ صحافت اُردو" میں امداد صابری نے "قاصد الاخبار" کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ اخبار ۱۲۷۱ھ م ۱۸۵۴ء میں مدراس سے جاری ہوا۔ "خطبات گارسان وتاسی" کے مطالعہ سے بھی اس سے زیادہ معلومات فراہم نہیں ہوتیں اس لیے زیادہ تفصیلات کا پتہ نہیں چلتا۔ اب یہ اخبار مدراس یا حیدرآباد کے کسی کتب خانہ میں موجود نہیں ہے۔

مراۃ الاخبار

امداد صابری نے "تاریخ صحافت اُردو" میں "مراۃ الاخبار" کا ذکر کیا ہے ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار ۱۲۷۱ھ م ۱۸۵۴ء میں مدراس سے شائع ہوتا تھا[1] "خطبات و مقالات گارسان دتاسی" اور "مدراس میں اُردو" کے مطالعے سے بھی اس سے زیادہ معلومات فراہم نہیں ہوئیں۔ ہندوستانی اخبار نویسی (کمپنی کے عہد میں) اور "صحافت پاکستان و ہند میں" "مراۃ الاخبار" کے ذکر سے خالی ہیں۔ "ہندوستانی اخبار نویسی" میں راجہ رام موہن رائے کے فارسی "مراۃ الاخبار" کا ذکر ہے جو ۲۰/اپریل ۱۸۲۲ء میں کلکتہ سے شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ محققین کی نظر میں یہ اخبار ہندوستان میں فارسی کا پہلا مطبوعہ اخبار ہے۔ فارسی "مراۃ الاخبار" عوام میں مقبول تھا اور کابل، تہران و سمرقند و بخارا تک جاتا تھا[2] لیکن مدراس کے اُردو "مراۃ الاخبار" کے شمارے نایاب ہیں اب کسی کتب خانے میں نہیں ملتے۔



---

[1] تاریخ صحافت اُردو ص ۲۹۸ مطبوعہ ۱۹۶۷ء دوسرا ایڈیشن

[2] محمد عتیق صدیقی: ہندوستانی اخبار نویسی ص ۱۳۹ مطبوعہ دہلی ۱۹۵۷ء

مظہرالاخبار

جُنوبی ہند کے قدیم اُردو اخبارات میں "مظہرالاخبار" بھی قابلِ ذکر ہے۔ اس اخبار کا ۲۷ ۱۲اھ م ۱۸۵۷ء میں آغاز ہوا۔ اس کے ایڈیٹر مدراس کے ممتاز شاعر محمد خواجہ بادشاہ عبرت تھے۔ گارسان دتاسی نے اپنے خطبات میں "مظہرالاخبار" کا ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے:

"مظہرالاخبار مدراس سے ہر دسویں دن نکلتا ہے اس کے مُدیر عبرت ہیں جو اپنی شاعری کی وجہ سے شُہرت رکھتے ہیں۔ یہ اخبار بہت عرصہ سے جاری ہے اور بارہ صفحات پر مشتمل ہوتا ہے اکثر اوقات ہر اِشاعت کے ساتھ ایک ضمیمہ بھی ہوتا ہے۔" (خطبات گارسان دتاسی ص۵۱۹)

"مظہرالاخبار" کا دفتر محلہ تر ملکھیڑی عقب مسجد والا شاہی میں تھا۔ ابتداً اخبار مہینے میں تین بار شائع ہوتا تھا چنانچہ ابتدائی شماروں میں یہ قطعہ پہلے صفحے پر درج ہوتا تھا ؎

ہر خبر کا ظہور ہے اس سے — نام اس کا ہے مظہرالاخبار
دیکھیے چشم غور سے اس کو — ہے یہ منظور مردم امصار
خوبی اس کی بیان سے باہر ہے — اس کا ہی شہرہ ہے یہ شہر و دیار
مشتریوں کی مہربانی سے — ہے یہ مانند ماہ پُر انوار
بلبلِ دل فدا نہ ہو کس رنگ — رشکِ گلشن ہے یہ بہ نقش و نگار
بار پائیگا ہر مقام میں یہ — ہر مہینے میں نکلے گا ۳ بار
خوش دریائے سعی عبرت سے — ہے یہ اخبار کیا ہی گوہر بار

پھر ساتھ ہی نثر میں بھی یہ عبارت لکھی جاتی تھی:

"یہ اخبار لطافت بار سراپا اعتبار دس روز کو ایک بار چھپ کر شائع ہوگا قیمت اس کی اہالیان اندرون شہر سے ماہ وار صرف ایک روپیہ لی جائے گی لیکن صاحبان اضلاع وامصار سے

محصول ڈاک بطریق پیشگی سالانہ گیارہ روپے چار آنے دینا پڑے گا اور ششماہی چھ روپے، مابعد سال بائیس روپے آٹھ آنے، جمیع نوابان و راجگان عالیشان و سرداران انگریزی سے ماہ وار معہ پوسٹیج دو روپے تین آنے پیشگی، سالانہ بائیس روپے آٹھ آنے بعد سال تمام پینتالیس روپے جو صاحب کہ ایک اخبار بھی خرید کر کے موقوف فرما دینگے ان سے پوری ماہ واری لیں گے۔ مُراسلہ نگار صاحب فقط خرچ ڈاک خط و اخبار اپنے ذمے رکھیں۔ اخبار بلا قیمت ان کی خدمت میں روانہ ہوگا اُجرت مطالب خاص فی سطر چار آنے۔ مضمون مفید عام مُفت چھاپ دیں گے۔"

"مظہرالاخبار" پھر ہفت روزہ ہوگیا۔ ڈاکٹر عبدالحق مرحوم پرنسپل محمڈن کالج مدراس اپنے مضمون "اُنیسویں صدی میں مدراس کے اُردو اخبار" میں لکھتے ہیں:

"دتاسی نے اس اخبار کا ذکر کیا ہے اور اس کو عشرہ وار کہا ہے لیکن میرے پاس جو نمبر ۱۸۵۹ء کے موجود ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہفتہ وار اخبار تھا بہت ممکن ہے کہ ابتدائے اشاعت میں یہ اخبار عشرہ وار رہا ہو۔"

عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری اور کتب خانہ محمدی مدراس میں "مظہرالاخبار" کے متعدد شمارے موجود ہیں۔ راقم الحروف کے پاس بھی "مظہرالاخبار" کا جون ۱۸۶۲ء کا ایک شمارہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ اخبار ہر جمعہ کو شائع ہوتا تھا اس اخبار کا سائز ۲۲x۲۹ سنٹی میٹر ہے اخبار پیلے رنگ میں طبع ہوا ہے۔ سرورق پر جلی خط میں "مظہرالاخبار" لکھا ہے اور نام کے اطراف گل بوٹے بنے ہوئے ہیں پھر اخبار کا نمبر ۳۲ جلد ۷ تاریخ ذلحجہ ۱۲۷۹ھ جون ۱۸۶۲ء ۱۲۷۲ فصلی درج ہے پھر انگریزی میں بھی اخبار کا نام لکھا ہے پھر ایک مدحیہ غزل ہے جس کا مطلع ہے ؎

ضیائے دیدۂ بینا ہے مظہرالاخبار مفید مردم ہر جا ہے مظہرالاخبار

اس غزل کے بعد ایک مختصر سی نظم "اطلاع و مثنوی" کے عنوان سے دی گئی ہے جس میں تاریخ اشاعت، چندے اور اشتہار کی تفصیلات دی گئی ہیں جو ذیل میں درج ہے ؎

قلم اب مضامینِ رنگین رقم کر خیالِ معانی تو یک قلم کر

تیری قید تحریر میں ہیں مطالب — لکھا کردہی بات جو ہے مناسب
یہ اخبار نامہ جو ہے خوب و زیبا — سدا روز آدینہ مطبوع ہوگا
بنے گا یہاں شنبہ یکشنبہ دو روز — تامل نہیں اس میں لے ہر افروز
دم صبح دوشنبہ از کارخانہ — ہر یک شہر کو ڈاک پر ہو روانہ
بلا عذر بھجوا دے ہر صاحب زر — جو ماہوار یک روپیہ ہے مقرر
اگر پیشگی سال کی ہووے درپیش — روانہ کریں نو روپیے بے کم و بیش
کسی پر گذر جائے گر سال پورا — نہ لیویں روپے پندرہ سے کم اصلا
مگر عرض یہہ ہے کہ از راہ شفقت — عنایت کریں دو روپے اہل دولت
اگر پیشگی سال کی ہو عنایت — اٹھارہ روپے پر کریں ہم کفایت
ہو گر سال پورا تو از رہ احسان — روپے تیس کرنا عنایت اسی آن
جو ہر ہفتہ روداد لکھا کریں گے — ہم ان کو چھپ اخبار بھیجا کرینگے
مگر ڈاک کی ان کی جانب ہو اجرت — یہ آئین جاری رکھیں اہل خبرت
جو کوئی چھاپنے بھیجے نظم و عبارت — تو فی سطر چار آنے پہنچا دے اجرت
یہی مدعی مشتہر کا ہے ہر آن — رہیں ناظرین شاد و خورسند و فرحان

" مظہر الاخبار" ابتداءً دس صفحات پر شائع ہوتا تھا پھر اگست ۱۸۵۸ء سے بارہ صفحوں پر شائع ہونے لگا چنانچہ ۱۷ اگست ۱۸۵۸ء کے "مظہر الاخبار" میں ایک اشتہار شائع ہوا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "بہ سبب قدر دانی" غرہ ماہ اگست ۱۸۵۸ء سے اخبار میں چار صفحات کا اضافہ ہو کر جملہ بارہ صفحات پر اخبار شائع ہونے لگا تھا۔ اور اس کا چندہ ایک روپیہ ماہوار تھا۔

" مظہر الاخبار" میں خبریں اکثر دہلی گزٹ، بنگلور ہیرالڈ، انڈین ڈیلی نیوز، پانیر، مدراس ٹائمس، کے علاوہ جلوۂ طور، اخبار الاخبار، آفتاب عالم تاب اور اخبار انجمن ہند وغیرہ کے حوالوں سے شائع ہوتی تھیں۔ خبریں ہندوستان کے مختلف شہروں کے علاوہ، ایشیاء، آفریقہ، یورپ اور امریکہ کے مختلف شہروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ خبروں کے علاوہ اکثر اوقات مختلف مضامین، شادی بیاہ اور دوسرے سماجی و معاشرتی رسومات پر بعض شعراء کا کلام شائع ہوتا رہتا تھا۔ ہمارے پیش نظر اس وقت "مظہر الاخبار" کا شمارہ نمبر ۱ جلد ۱۰، ۱۸۶۵ء موجود ہے۔ اس میں مرزا غالب کی ایک غزل شائع ہوئی ہے۔ جس کا

مطلع ہے ؎

قدِ گیسو میں قیس و کوہکن کی آزمائش ہے جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے

مرزا غالب کے علاوہ مختلف مقامی شعراء کا کلام بھی "مظہر الاخبار" کی زینت بنتا تھا خود عبرت شاعر تھے ان کی غزلیں بھی اکثر شائع ہوتی رہتی تھیں ان کی ایک غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں یہ غزل "مظہر الاخبار" نمبر ۲۴ جلد ۱۴، مورخہ ۳۱، اگست ۱۸۶۹ء میں شائع ہوئی تھی ؎

مضطرب کر دیا اس دل کا بُرا ہو یا رب چین سے کنج لحد میں بھی نہ سویا میں نے

آشنائی میں کسی بحر حیا کے عبرت آبرو جاتی رہی نام ڈبویا میں نے

"مظہر الاخبار" کی نثر میں بھی رنگینی کی جھلک نظر آتی ہے یہ عبرت کے شاعرانہ ذوق شوق کا نتیجہ ہے۔ عبارتوں میں فارسی اور عربی ترکیبوں کی کثرت ہے۔ ذیل میں ان کی نثر کے ایک دو نمونے پیش ہیں، عبرت گرمی کی شدت، بارش کی کمی اور گرانی اجناس کی شکایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گرم روی توسن گرما ہنوز جائیگیر ہے۔ حدتِ حرارت سے تنگ حالت برنا و پیر ہے آفتاب تاباں کی نامہربانی سے بے تابی نصیب حال ہے سنبھلنا محال ہے۔ اِمساک بارش کا شکوہ زباں زد انام ہے نام خدا تباہ ہر خاص عام ہے اگرچہ گرانی اجناس عوام الناس کے حق میں کم از مرگ نہیں ہے مگر افواہِ رحمتِ سرکار عظیم الاقتدار جان بخش ہر کہیں ہے خدا کرے کہ مدعائے ہر گم کردہ مقصود بر آدے، یہ دُعا یکدست سرمایۂ اجابت یاد سے آمین۔

(مظہر الاخبار، نمبر ۳۲ جلد ۷ جون ۱۸۶۳ء)

اسی اخبار میں مدراس کے ایک جج رنگناد شاستری کے فرزند مہاراجہ سُندرا شاستری کی شادی کے جشن کی تفصیل ملاحظہ ہو، مشرقی آداب کے ساتھ منعقد ہونے والی اس خوشگوار تقریب میں ہندو مُسلم دونوں شریک تھے:

"لطف انگیز تحریر ہے نزاکت خیز تقریر ہے خوشی کا سرمایہ ہمدست ہوا ہے گلشن خرمی میں گل تازہ کھلا ہے چنانچہ کل کا روز یعنی ۱۴ ادیں

تاریخ جون (۱۸۶۲ء) روز یکشنبہ وقت شب ٹانڈیا ریلپٹھ میں گرامی و رجبت سامی منزلت معدلت گستر عنایت مصدر جناب رنگنا شاستری صاحب چھوٹے کورٹ کے جڈج (جج) نے اپنے فرزندار جمند جیا راجہ سندرا شاستری کا جشن کتخدائی منعقد فرمایا تھا۔ بہت ہی بہت آراستہ و پیراستہ محفل تھی رقص و طرب کا ٹھاٹھ ہوا تھا اچھے اچھے معززین و اُمرائے اہل اسلام وغیرہ تشریف لائے تھے رونق بخش ہوئے تھے بزم بالکل قابل دید تھی، مسرت مزید تھی عطر، پھول، پان کی تقسیم نہایت آن بان سے ہوئی، دعوتی صاحبوں نے معائنہ مجلس سے لُطف تازہ اُٹھایا، سرمایۂ سُرور بے اندازہ ہاتھ آیا، غرض یہ جشن کتخدائی ممدوح الیہ کو مُبارک و سازوار ہووے، ذات سامی بایں حُسنِ اخلاق و قدردانی یادگار زمانہ ہے اس سے زیادہ رُتبہ اعلیٰ کو پہنچے، مہربانی والا مثل مہرتاباں فلک ترقی پر چمکے کواکب شان و تزک ہمیشہ درخشاں ہووے ؎

این مراتب کہ دیدۂ جزدی ست — کارکی ہنوز درق درا ست

(مظہر الاخبار نمبر ۳۲ جلد ۷، جون ۱۸۶۲ء)

اُنیسویں صدی کا زمانہ ہندوستان کی تاریخ کا بڑا پُرآشوب زمانہ تھا۔ ایک طرف سامراجی انگریزوں کا غلبہ اور ان کا اقتدار دن بہ دن بڑھ رہا تھا تو دوسری طرف مُسلمان سیاسی اور معاشی زوال و انحطاط کا نشانہ بن چکے تھے ان میں اخلاقی پستی اور بے راہ روی عام تھی۔ جنوبی ہند کے مسلمانوں کی مذہبی اور اخلاقی حالت انتہائی زبوں تھی۔ فکر و عمل، اخلاق و عادات کردار و اطوار سب پر انحطاطی رنگ چھایا ہوا تھا۔ اخلاقی قدروں کی گرفت ڈھیلی پڑھ رہی تھی اور سماجی نظام کا سارا ڈھانچہ بگڑ رہا تھا ان حالات میں سیّد احمد بریلوی نے تبلیغ و اصلاح کا کام شروع کیا اور اپنی جانب سے متعدد حضرات کو ہندوستان کے مختلف مقامات پر تبلیغ و ارشاد کے لیے روانہ کیا۔ ان کی "وہابی تحریک" کو قابل لحاظ کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں لیکن ۱۸۳۱ء میں سیّد احمد بریلوی شہید ہو گئے جس سے ان کی تحریک کو کافی نقصان پہنچا لیکن ان کی شہادت کے بعد بھی ان کے خلفاء نے تحریک جاری رکھی۔ ایسٹ اِنڈیا کمپنی وہابی تحریک کے خلاف تھی۔ کمپنی نے اس تحریک کو کچلنے کے لیے کوئی کسر نہ

اُٹھا رکھی۔ ۱۸۴۱ء سے ۱۸۷۱ء تک گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رہا۔ سینکڑوں بے گناہوں کو خلاف قانون جیلوں میں ڈال دیا گیا اور ان پر بے پناہ مظالم کیے گئے۔ "مظہرالاخبار" مورخہ ۳۱ر جولائی ۱۸۶۹ء میں "وہابیوں کی گرفتاری" کی سُرخی کے ساتھ ایک اطلاع شائع ہوئی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کلکتہ و بنگال میں وہابیوں کی گرفتاری جاری تھی۔ حیدرآباد، مدراس اور کشمیر میں وہابیوں کی تحریک زور پکڑ رہی تھی ـــــ اب تفصیل ملاحظہ ہو :

"مخفی نہ ہو کہ کلکتہ کے وہابیاں ایک کے بعد ایک گرفتار ہو رہے ہیں گورنمنٹ کو اس بات کی اُمید ہے کہ اگر بہت سے جاسوس رکھا جائیں تو وہابیوں کی گرفتاری میں بخوبی کامیابی ہوگی۔ وہابیوں کو گرفتار کیے ہیں سو صاحب کا نام کپتان برچ صاحب ہے یہ صاحب کلکتہ پولیس کے ڈپٹی کمشنر ہیں اُنھوں نے وہابیوں کی گرفتاری میں بڑی جستجو و عرق ریزی کی ہے۔ دیکھا چاہیے کہ سرکار وہابیوں سے کیا سلوک کرتی ہے۔ مسموع ہوتا ہے کہ حیدرآباد اور کشمیر میں بھی وہابیاں فتور کرتے ہیں۔ بنگالے کے لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر نے وہابیوں کے تازے مکرّد فتور سے مخوف و اندیشناک ہوکر انھیں گرفتار کرنے کے لیے متعدد وارنٹ جاری کیے ہیں ہمارے چند ہم عصر مخبرین نے یہ تجویز کی ہے کہ مدراس کے قلمرو میں بھی وہابیوں کے فتور نے از سرنو وجود پکڑا نظر بریں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ چند روز کے آگے ویلور میں ہوی سو یہ اصل ہل چل کے لحاظ کرتے مذکور مخبرین نے یہ بات لکھی ہے بہرحال اگر قلمرو مدراس میں بھی جاسوس اور ہرکارے مذکور کام کے لیے رکھے جائیں تو وہابیوں کے فتنے کی حقیقت کما ینبغی معلوم ہوگی۔ راقم "مظہرالاخبار" کی یہ رائے ہے کہ جو صاحبان بے سبب ویلور میں شور و شر مچائے سو اُنھیں کو ہرکاروں کے خدمت پہ مامور کریں تو وہ وہابیوں کے مکرّد فتور کا سراغ اچھی طرح لگائیں گے۔"

(مظہرالاخبار' نمبر ۲۱ جلد ۱۴ مورخہ ۳۱ر جولائی ۱۸۶۹ء)

"مظہرالاخبار" کے ایڈیٹر خواجہ بادشاہ عبرت کا ۲۲ر مئی ۱۸۷۲ء کو انتقال ہوا۔

"اخبار عالم" نے آپ کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسان کی زندگی پانی کے بلبلے کی طرح ہے جو سمندر کی سطح پر تھوڑی دیر کے لیے نمودار ہوتا ہے اور پھر لمحوں میں میں ختم ہو جاتا ہے۔ (تاریخ صحافت اُردو جلد اوّل دوسرا ایڈیشن)

"مظہر الاخبار" عبرت کی وفات کے بعد بھی جاری رہا چنانچہ مولانا امداد صابری لکھتے ہیں کہ یہ اخبار ۱۸۷۶ء میں بھی نکل رہا تھا۔

صبحِ صادق

جنوبی ہند کے قدیم اخبارات میں "صبح صادق" بھی تھا لیکن ہندوستانی اخبار نویسی (عتیق صدیقی) اور صحافت پاکستان و ہند میں (ڈاکٹر عبدالسلام خورشید) اس اخبار کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ "مدراس میں اُردو" اور "تاریخ صحافت اُردو (جلد دوم) میں اس اخبار کا مختصر سا تذکرہ ہے لیکن مولوی نصیرالدین ہاشمی اور مولانا امداد صابری دونوں اس اخبار کی تاریخ اشاعت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔

گارساں دتاسی نے اپنے "خطبات" میں اس اخبار کا دو جگہ تذکرہ کیا ہے اپنے پندرہویں خطبہ مورخہ ۴ر ڈسمبر ۱۸۶۵ء میں اس نے اس اخبار کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا یہاں نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:

> "مدراس سے اُردو اخبار "صبح صادق" برابر شائع ہو رہا ہے یہ ہفتہ وار ہے اور ہر سہ شنبہ کو شائع ہوتا ہے یہ بڑی تقطیع پر ہوتا ہے اور ہر صفحے پر دو کالم ہوتے ہیں اس کے مُدیر عبدالرحمٰن سقاف ہیں۔ اس کی متعدد اشاعتیں میری نظر سے گزری ہیں، ان میں سے ایک میں ہندوؤں کی غیر اخلاقی اور وحشیانہ رسوم پر تنقید ہے، ان رسموں میں سے ایک "چرک پوجا" ہے، جس طرح ستی کی رسم کو خلاف قانون قرار دیا گیا ہے اسی طرح اس کو بھی خلاف قانون قرار دینا چاہئیے اس مضمون میں بعض ہندو فقیروں اور مالا بار کی برہنہ عورتوں کے حالات درج ہیں اس رسم کو شاستروں کی تعلیم کے خلاف بتایا گیا ہے۔ ہندو عورتوں کو اگر بالکل نو عمری میں بیاہ نہ دیا جائے تو عمر بھر وہ بن بیاہی رہتی ہیں اور ان کو دیوتاؤں کے نذر کر دیا جاتا ہے یہ سب عورتیں

فحش میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ اس اخبار میں سیفی کا ایک مضمون نظر سے گزرا یہ اچھا خاصہ لکھ لیتے ہیں یہ مضمون امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی شہادت کے متعلق تھا۔ اس کے علاوہ غالب کی ایک غزل اس میں درج تھی جس کی ردیف "پاؤں" ہے۔ مدیر نے مسٹر پامر کے ان مضامین پر تبصرہ لکھا ہے جو موصوف نے "اودھ اخبار" اور "اخبار عالم" کے لیے لکھے تھے۔ تبصرے میں مسٹر پامر کے طرز انشاء کی تعریف کی گئی ہے اور اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ کیا اچھا ہو اگر گورنمنٹ ایسے یورپینوں کو مدراس کے سررشتہ تعلیم میں اعلیٰ خدمات پر مقرر کرے تاکہ ان سے نفع حاصل کیا جا سکے۔ ایسے اشخاص کا اثر مدارس پر بہت مفید ہوگا اس لیے کہ وہ ہندوستانی عربی اور فارسی سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔"

گارساں دتاسی نے اپنے سولھویں خطبہ مورخہ ۲ر ڈسمبر ۱۸۶۶ء میں اسی اخبار کی پھر مزید صراحت کی ہے وہ لکھتا ہے:

" پچھلے سال میں نے آپ صاحبوں کے سامنے مدراس کے ایک اخبار "صبح صادق" کا ذکر کیا تھا، اس وقت میرے پیش نظر اواخر ۱۸۶۵ء کی چند اشاعتیں ہیں جو مجھے پانڈی چیری کے مددگار کمشنر موسیو اسیسے (E. SICE) نے بھیجوائی ہیں، یہ اخبار مہینے میں تین بار شائع ہوتا ہے اور بارہ صفحات پر مشتمل ہوتا ہے کبھی کبھی اس کے ساتھ ایک ضمیمہ بھی ہوتا ہے جس میں ادبی مضامین بھی ہوتے ہیں اس کی چھپائی عمدہ قسم کی ہے سرورق پر جہاں اخبار کا نام ہوتا ہے اس کے چاروں طرف سرخ رنگ کے بیل بوٹے بنے ہوتے ہیں ان گل بوٹوں کے اندر چار اشعار لکھے ہوتے ہیں جن میں اس اخبار کی نوعیت اور مقصد کو بتایا گیا ہے۔"

"صبح صادق" کے چند کرم خوردہ شمارے عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری حیدرآباد دکن کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ہیں اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار کا اجراء ۱۲۷۲ھ م ۱۸۵۵ء میں عمل میں آیا تھا چنانچہ اس اخبار کی چوتھی جلد کا آغاز ۳ر محرم ۱۲۷۵ھ م ۱۳ر اگست ۱۸۵۸ء بروز جمعہ ہوا تھا۔ ۱۸۵۸ء کے شماروں سے پتہ

چلتا ہے کہ یہ اخبار ہفتہ میں دو بار دوشنبہ اور جمعہ کو شائع ہو رہا تھا۔ گارساں دتاسی کی نظر سے اس اخبار کے جو شمارے گزرے وہ بہت بعد کے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار ابتدأً ہر ہفتہ میں دو بار شائع ہو رہا تھا پھر ہفتہ وار ہو گیا اور ہر سہ شنبہ کو شائع ہونے لگا۔ ۱۸۵۸ء میں اس اخبار کی قیمت ایک روپیہ ماہوار تھی پیشگی سال تمام کا چندہ نو روپیہ اور ششماہی چندہ پانچ روپیہ تھا، سال تمام کا چندہ پندرہ روپے دینے پر اخبار بذریعہ ڈاک روانہ کیا جاتا تھا۔

"صبح صادق" کے سرورق پر جہاں اخبار کا نام ہوتا ہے چاروں طرف خوشنما بیل بوٹے بنے ہوئے تھے ان گل بوٹوں کے اندر حسب ذیل اشعار لکھے جاتے تھے ؎

صبح صادق کا ہر یک صفحہ ہے رشکِ آفتاب
کیوں نہ خط پر ہوئیگا خط شعاعی کو حجاب
لطف سے خالی کوئی مضمون نہیں ہے ایسا درج
کیوں نہ اس کو دوست رکھیگا بدل ہر شیخ و شاب
آمد آمد صبح صادق کی ہوئی جو چار سمت
مارے حیرت کے ہوا مرات اسکندر خراب

صبح صادق شہر مدراس کے محلہ ترملکھڑی جام بازار اسٹریٹ پلین مکان نمبر ۱۴ سے شائع ہوتا اور "مطبع رحمانی" میں چھپا کرتا تھا۔ "میر ضیاء الدین معہ سرکار" اس اخبار کے مالک یا مشتہر اور سید محمد عبدالرحمن (سقاف) اخبار کے مہتمم تھے۔

"صبح صادق" کے جو چند شمارے دستیاب ہوئے ہیں ان میں پہلی جنگِ آزادی کے بعض واقعات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ ۲۷ اگست ۱۸۵۸ء کے "صبح صادِق" کے پہلے صفحہ پر "واقعات ملال انگیز کانپور" کے عنوان کے تحت یہ خبر جاری ہوئی تھی۔

"کانپور میں قتل اہلِ فرنگ کا ایک سانحہ دل سوز گزرا ہے کہ جس کی باعث سے ہند کے نام کو داغ لگا اور خصوصاً سپاہ کا نام دنیا کی نظر میں حقیر ہو گیا۔ جہاں میں بہت سے ظالم اور سنگدل گزرے ہیں لیکن کسی نے غریب مسکین عورتوں اور بے چارے شیر خوار معصوموں کے قتل کا عذاب اپنی گردن پر نہیں لیا تھا کے بعض

ایسی مثالیں ہیں کہ جنگل کے درندوں نے معصوموں کی پرورش کی ہے لیکن افسوس کانپور میں سپاہی کے پنجہ سے ایک بھی فرنگی بچہ جیتا نہ بچا۔ مرری صاحب کی میم جو کہ محاصرہ کانپور میں موجود تھی اور جس نے قتل کا ماجرا سب آنکھوں سے دیکھا اور قدرت حق سے درندگان کانپور کے ہاتھوں سے نجات پائی۔ خاص ان کے قول کا ترجمہ "اخبار سلطنت ہند" سے کیا گیا ہے۔ چوتھی اور پانچویں تاریخ جون ۱۸۵۷ء کو کل فوج کانپور نے بغاوت اختیار کی اور نواب گنج میں جاکر خزانہ کو لوٹا اور جملہ اسباب جنگ پر قبضہ کیا ۶/ تاریخ کو تمام عیسائیوں کو حکم مورچہ گاہ میں جاکر رہنے کا ہوا یہ کوئی لڑائی کی جگہ نہ تھی ایک گورے کی پلٹن کا ہسپتال تھا جس میں سب انگریز اہل سیف اور اہل قلم و اہل پیشہ و تجار و محررو پنشن دار دل نے اپنے اپنے گھر چھوڑ کے پناہ لی۔ ساتویں جون سے باغیوں نے مورچہ گاہ پر توپیں مارنا شروع کیں اور میگزین سے ۲۴ پنی توپیں لاکر اور چاروں طرف انگریزی پناہ گاہ کے مورچے لگاکر گولوں کی بارش کرنی شروع کی اور غبارے بھی میگزین سے لے آئے تھے لیکن چونکہ ان کے گولوں میں صرف بارود بھری ہوئی تھی اس واسطے کچھ ضرر نہیں پہونچا۔ اول تین یا چار روز وہ برابر توپیں مارتے رہے لیکن بعد اس کے اوقات مہینہ پر گولے مارا کرتے تھے تمام آدمی انگریزی مورچہ گاہ میں خوف کے مارے نیم جان تھے خصوصاً عورات۔ لیکن تین چار دن کے بعد جب کہ اس طور پر زندگی بسر کرنے کی عادت ہوگئی تو توپوں کی آواز کا کچھ خیال بھی نہیں آتا تھا (کرم خوردگی کی وجہ سے اس کے بعد کی سطریں پڑھی نہیں جاتیں)

(صبح صادق نمبر ۳ جلد ۴ مورخہ ۲۷ / اگست ۱۸۵۸ء روز دوشنبہ)

ستمبر ۱۸۵۸ء کے "صبح صادق" میں "آفتاب عالم تاب" کے حوالے اور "خبر دہلی" کے عنوان سے رئیس لوہارو نواب امین احمد خان بہادر کی حسب ذیل نیوز جاری کی گئی تھی :

"ایک شفیق کی تحریر سے معلوم ہوا کہ ۱۲ر اگست سنہ حال وقت سہ پہر کے جناب سانڈرس صاحب بہادر کمشنر دہلی نے نواب امین احمد خان صاحب بہادر رئیس لوہارو کو جن کا مقدمہ زیر تجویز تھا طلب فرمایا اور بحکم حکام بلند مقام گورنمنٹ آنریبل یہ حکم سنایا کہ تم کو رخصت سرکار دولت مدار سے عطا ہوئی اور بوجہ خیراندیشی و خدمت گزاری کے جو تم سے ہنگام مفسدہ ہوئی میں پرگنہ لوہارو متصل حصار جو قدیم سے اون کی جاگیر تھی عنایت اور فیاضی اپنی سے اوسکو بحال و برقرار فرمائے۔"

(صبح صادق نمبر ۸ جلد ۴ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۸۵۸ء دوشنبہ)

۱۸۵۸ء کی عیدالضحیٰ کا تذکرہ ملاحظہ ہو:

"بہ روز پنجشنبہ عیدالضحیٰ ہوئی حسب عادت قدیم اہل اسلام مسجد والا جاہی میں تا فراغت خطبہ خوانی فراہم ہوئے تھے پھر سب اپنے مکانات کو خوش خوش رخصت ہوئے، کہتے ہیں کہ اس عید میں بہ نسبت عیدالفطر بڑا مجمع اہل اسلام کا ہوا سال گذشتہ جانب پولیس سے بڑا اہتمام احتیاطاً ہوا تھا اب کے بھی گو اہتمام تھا مگر اس رنگ کا نہیں۔"

پھر آگے پرنس آف ارکاٹ نواب عظیم جاہ کی چھوٹی صاحبزادی کی شادی کا تذکرہ ہے لکھا ہے:

"اسی روز نواب عظیم جاہ بہادر کی چھوٹی صاحبزادی کی شادی شروع ہوئی چنانچہ نوشاہ کے ہاں رسم چپتر ہوئی، شب کو شب گشت ہوا آج جلوہ ہے یہ شادی چنداں تکلف سے نہیں ہوتی ہے۔"

(صبح صادق نمبر ۵ جلد ۲ مورخہ ۲۶ رجولائی ۱۸۵۸ء)

غرض صبح صادق کے ان چند شماروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس اخبار نے بھی اُردو زبان اور عام بول چال میں عوام اور خواص کے شعور کو بنانے میں بڑا حصہ لیا تھا۔ گارساں دتاسی نے بھی اہل ہند کی بعض غیر اخلاقی اور وحشیانہ رسوم پر "صبح صادق" کی تنقیدوں کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے اور اس اخبار کے ادبی مضامین اور عمدہ چھپائی کی تعریف کی ہے۔

طلسمِ حیرت مدراس پنچ

"طلسمِ حیرت مدراس پنچ" جنوبی ہند کا ایک مشہور ظریف اخبار تھا اور سارے ہندوستان میں اپنی صاف اور شستہ اُردو کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

مولوی نصیرالدین ہاشمی نے اس اخبار کی اجرائی ۱۸۶۸ء مولانا امداد صابری اور مولانا محمد اشرف مولف اخترِ شہنشاہی نے ۱۸۵۹ء بتائی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق کا خیال ہے کہ اس اخبار کی اجرائی ۱۸۵۰ء میں ہوئی لیکن میرے پاس اس اخبار کے جو اجزا ہیں وہ ۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۹ء کے ہیں اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ (۴۳) ویں اور (۴۵) ویں جلد کے اجزاء ہیں عام طریقہ کے مطابق ہر سال کی ایک جلد قرار دی جائے تو تاریخ اجراء ۱۸۵۴ء ہوگی لیکن کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں اس اخبار کی (۲۳) ویں جلد محفوظ ہے جو ۱۵ر فبروری ۱۸۸۰ء کو شائع ہوئی تھی اس لحاظ سے اس کی اجرائی ۱۲۷۴ھ م ۱۸۵۷ء قرار پاتی ہے پھر بھی اس اخبار کی سنہ اجرائی کا قطعی فیصلہ مشکل ہے۔

"طلسمِ حیرت مدراس پنچ" مدراس کے مشہور اور ممتاز شاعر شاہ محمد صادق حسینی چشتی شریف کی سرپرستی اور محمد جعفر حسینی حریف کے زیرِ اہتمام مطبع شرفیہ طلسمِ حیرت میں طبع ہوکر ترملکھیڑی متصل کلاں مسجد والا جاہی مونٹ روڈ مدراس سے شائع ہوتا تھا یہ ایک عشرہ دار اخبار تھا اور ہر انگریزی ماہ کی (۵)، (۱۵) اور (۲۵) تاریخ کو شائع ہوتا تھا۔ "طلسمِ حیرت مدراس پنچ" کی خصوصیات اور اس کی تاریخ اشاعت کے متعلق مندرجہ ذیل "اشتہار" ملاحظہ کیجئے جو ۱۵ر اپریل ۱۸۹۹ء کے اخبار کے صفحۂ اول پر شائع ہوا تھا:

> "یہ اخبار پُربہار مذاق کا مخزن، نظم کا افسر، لطائف و ظرائف کا ذخیرہ، تواریخ کا گنجینہ، معلومات کا خزینہ صنعت و حرفت کا زندہ مرقع، ہفت کشور کا معجز، روئے زمین کا وقائع نگار ہندوستان کا بہی خواہ، قوم کا حامی، رعایا کا وکیل، مظلوم کا غم خوار، ظالم کا نگران، گورنمنٹ کا مشیر، ریاست نظام کا خیر خواہ۔ اس کی تاریخ اشاعت انگریزی (۵)، (۱۵)، (۲۵)

کو مقرر ہے قیمت اخبار بنام مشتہر تبلیگاہی جناب شاہ محمد صادق
حسینی صاحب چشتی شریف مدظلہ دیا بنام خاکسار مہتمم اخبار
ارسال فرمادیں ۔"

("طلسم حیرت مدراس پنچ" جلد ۴۵ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۵ اپریل روز دوشنبہ)

اس اخبار کی قیمت گورنمنٹ سے ماہانہ چار روپے، نوابان و راجگان عالی شان سے ماہانہ دو روپیہ، پیشگی سالانہ مع خرچ ڈاک (۲۵) روپیہ تھی۔ عام لوگوں سے سالانہ نو روپیہ کلدار وصول کیے جاتے تھے۔ مضامین کی اُجرت فی سطر دو آنے تھی اور مُفید عام مضامین مُفت شائع کیے جاتے تھے۔

"طلسم حیرت مدراس پنچ" کی زبان بڑی صاف اور شستہ تھی۔ مولانا امداد صابری لکھتے ہیں:

"مدراس کے اخباروں میں اچھی اُردو لکھنے والے ایڈیٹر کم تھے
لیکن طلسم حیرت کی اُردو صاف اور شُستہ ہوتی تھی۔"

"نصرت الاخبار" دہلی یکم اگست ۱۸۷۶ء میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"مدراس کے اخباروں میں اس کی اُردو نہایت صاف ہے اور
بہت عُمدہ ہے، ناظرین با تمکین کو دریائے حیرت میں ڈالتا ہے
اس واسطے "طلسم حیرت" نام رکھا ہے۔"

مولانا امداد صابری "تاریخ صحافت اُردو" (جلد دوم) میں مزید لکھتے ہیں کہ "یہ اخبار کافی عرصہ تک جاری رہا اور اس اخبار کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی یہ ہنس مکھ اور ہنسانے والا ظریف اخبار تھا۔ صاحب "تاج التواریخ" مولوی نصرت علی دہلوی نے اس اخبار کی اس خوبی کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے:

"پُرانے اخباروں کی فہرست اُٹھا کر دیکھی جائے تو صدہا اخبار
برساتی مینڈکوں کی طرح نکل نکل کر بند ہو گئے اور جو چل رہے ہیں
ہمارے ہمعصر مدراس کی پچاس سالہ عمر سے کم ہی ہوں گے ۱۸×۲۲
کی ڈبل تقطیع پر مدراس سے شائع ہوتا ہے۔ اہلِ مدراس خاص
وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور عام مضامین کے ساتھ اس اخبار
میں ایک بڑا حصّہ ظرافت کا ہوتا ہے۔"

"طلسمِ حیرت مدراس پنچ" کے شمارے اب کیاب بلکہ نایاب ہیں صرف کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں کچھ شمارے رہ گئے ہیں۔

شاہ محمد صادق حسینی چشتی شریفؔ مدراسی (متوفی ۱۹۰۱ء) اُردو و فارسی کے بُلند پایہ مُعلّم، اَدیب اور شاعر تھے۔ شہرِ مدراس میں شعروشاعری کو فروغ دینے میں ان کا بڑا حصہ ہے ان کے تلامذہ کا حلقہ بڑا وسیع تھا، وہ "شہر اُستاد" کے لقب سے سارے شہر میں عزّت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

شریفؔ مدراسی نہایت پُر گو اور قادرالکلام شاعر تھے انھوں نے غالبؔ کی زمینوں میں ہم قافیہ و ہم ردیف غزلیں کہی ہیں اور مرزا غالبؔ کی طرح صنفِ غزل کی صالح روایت کو جدّت و ندرت کے ساتھ ملحوظ رکھا، ان کا دیوان شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔

شریفؔ مدراسی نے صنف مثنوی میں بھی بڑا نام کمایا۔ "گلزارِ شریفؔ" ان کی مشہور مثنوی ہے جو ۱۸۷۵ء میں مطبع طلسمِ حیرت مدراس سے شائع ہو چکی ہے۔ شریفؔ کا فارسی کلام اور ان کی ایک اُردو تصنیف "تزکِ فیروزی" کتب خانہ عام اہلِ اسلام مدراس میں موجود ہے۔

حضرت شریفؔ کو نعتیہ شاعری سے بھی بڑی دلچسپی تھی ان کا نعتیہ دیوان بھی "حدیث شریف" کے نام سے ربیع الاول ۱۲۹۵ھ م ۱۸۷۸ء میں مطبع شرفیہ طلسمِ حیرت سے شائع ہو چکا ہے۔ غزلوں اور مثنویوں کی طرح ان کا نعتیہ کلام بھی بہت مقبول ہوا اور شوق سے پڑھا جاتا ہے، وہ خود کہتے ہیں ؎

سُن کے ہر محفل میں تیرے شعر نعتیہ شریفؔ
شورِ تحسین کا اُٹھا، غل مرحبا کا ہو گیا

میں مدح گوئی پیمبر ہوں مجھ سے کیا نسبت
شریفؔ آتش سو ناسخ اور ہزار آتش

غرض شریفؔ مدراسی اپنے عہد کے ایک باکمال شاعر تھے۔ لالہ سری رام دہلوی نے "خمخانۂ جاوید" (جلد چہارم) میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے "مدراس میں جو شعروشاعری کا چرچہ ہے ایسے ہی دو چار نفوس کے دم قدم کی برکت ہے۔"

OO

ریاض الاخبار

گارساں دتاسی نے اپنے " خطبات" میں مدراس کے ایک قدیم اخبار " ریاض الاخبار" کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے :

" ریاض الاخبار" مدراس سے نکلتا ہے اس نام کا اخبار بمبئی سے بھی شائع ہوتا ہے اس کے سرورق پر لکھا رہتا ہے " ریاض الاخبار میمنت اساس" یہ اخبار ہفتہ وار ہے چھوٹی تقطیع پر سولہ صفحات پر مشتمل ہوتا ہے ہر صفحے پر اٹھارہ سطریں ہوتی ہیں اور صفحہ دو کالموں (خانوں) میں تقسیم ہوتا ہے اس کے مدیر کا نام سید حسین ہے"۔

گارساں کے علاوہ " ریاض الاخبار" کا تذکرہ کسی اور محقق نے نہیں کیا۔ اب کسی لائبریری میں اس اخبار کی موجودگی کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اس لیے اس اخبار کے متعلق کچھ تفصیل بیان نہیں کی جا سکتی۔

عمدۃ الاخبار

" مدراس میں اُردو" میں مولوی نصیر الدین ہاشمی نے " عمدۃ الاخبار" کو نہ صرف مدراس کا بلکہ اُردو کا پہلا اخبار قرار دیا ہے اور " تاریخ صحافت اُردو" جلد اوّل میں مولانا امداد صابری نے اس اخبار کی اجرائی ۱۸۴۵ء بتائی ہے' یہ دونوں محققین غلط فہمی کا شکار ہیں اس لیے یہاں اس اخبار کا مختصر تذکرہ ضروری ہے :

" عمدۃ الاخبار" ۱۸۶۳ء میں جاری ہوا۔ راقم الحروف کے پاس اس اخبار کا ایک شمارہ نمبر ۳ جلد ۳ مورخہ ۲۰۔ رجب ۱۸۶۵ء موجود ہے۔ یہ اخبار مہینے میں تین بار یعنی دسویں' بیسویں اور تیسویں کو شائع ہوتا تھا اس اخبار کی تقطیع ۸×۱۲ تھی اور آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر محمد النور تھے جو مطبع النوری کے مالک بھی تھے۔

اخبار " ترملکہری" چوراستہ پد دیاک امیر بیٹھ محلہ جام بازار کوچہ فقیر صاحب نمبر مکان ۲۰ سے شائع ہوتا تھا۔ راقم الحروف کے پاس " عمدۃ الاخبار" کی جلد ۲ نمبر ۲۸

مورخہ ۵ / مارچ ۱۸۶۵ء کا بھی ایک شمارہ محفوظ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے یہ اخبار ابتداءً ۲۲ × ۱۸ کی بڑی تقطیع کے ایک ورق پر شائع ہوتا تھا پھر سال بھر بعد چھوٹی تقطیع کے آٹھ صفحات پر شائع ہونے لگا تھا۔ ۱۲۸۷ھ م ۱۸۷۰ء سے "عمدۃ الاخبار" کا نام "شاہی عمدۃ الاخبار" ہوگیا۔ یہ اخبار بھی محمد الوز کی ادارت میں نکلتا رہا۔ "عمدۃ الاخبار" کا نام نواب عمدۃ الدولہ محمد الوز اللہ خان بہادر جرات جنگ خلف نواب عظیم جاہ بہادر پرنس آف ارکاٹ کے نام پر رکھا گیا تھا۔ گارساں دتاسی نے بھی اپنے "خطبات میں عمدۃ الاخبار" کا تذکرہ کیا ہے وہ لکھتا ہے :

"عمدۃ الاخبار' اس نام کا ایک اخبار پیشتر سے بریلی سے نکلتا ہے لیکن یہ اخبار مدراس میں بہت عرصے سے جاری ہے یہ بھی مہینے میں تین بار نکلتا ہے کبھی کبھی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔"

چنانچہ راقم الحروف کے پاس "عمدۃ الاخبار" کی جلد ۲ کا جو شمارہ ہے اس میں نواب میر علی مراد خان بہادر والی شہر خیر پور کے شیر کے شکار کی بڑی قلمی فوٹو ہے۔

"عمدۃ الاخبار" دُور دُور تک مشہور تھا اخبارات اس کے حوالے سے خبریں جاری کرتے تھے۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر نے اپنی تحقیقی کتاب" ماسٹر رام چندر اور اُردو نثر کے ارتقاء میں ان کا حصّہ" میں لکھا ہے کہ ماسٹر رام چندر" عمدۃ الاخبار" سے بھی خبریں اور مضامین اخذ کر کے شائع کیا کرتے تھے۔

شمس الاخبار

"شمس الاخبار" مدراس کا ایک مشہور اور کثیر الاشاعت اخبار تھا۔ یہ اخبار نہ صرف سارے ہندوستان میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا بلکہ ہندوستان سے باہر بھی دُور دُور تک اس اخبار کی شہرت تھی۔ اس اخبار کی قومی اور ملی خدمات کے پیش نظر سلطان روم خلیفہ عبدالحمید خان ثانی نے "تمغۂ مجیدیہ" مرحمت فرمایا تھا۔

مولوی نصیر الدین ہاشمی نے "مدراس میں اُردو" میں "شمس الاخبار" کی اجرائی ۱۸۹۵ء بتائی ہے۔ مولانا اِمداد صابری اور ڈاکٹر عبدالحق کا بیان ہے کہ یہ اخبار ۱۸۵۰ء میں جاری ہوا، لیکن راقم الحروف کی نظر سے اس اخبار کا ایک شمارہ جلد ۴۵ نمبر ۹ مورخہ ۷/ ستمبر

۱۹۰۳ء مملوکہ جناب محمد غوث الدین صاحب گھٹالہ موظف دوم تعلقدار گزرا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "شمس الاخبار" ۱۸۵۸ء (۱۲۷۵ھ) میں جاری ہوا، پہلے پہل یہ اخبار چھوٹی تقطیع پر شائع ہوتا تھا لیکن بعد میں بڑی تقطیع پر شائع ہونے لگا تھا بڑی تقطیع کے چار صفحات پر مشتمل ہوتا۔ ابتدائے اشاعت میں یہ عشرہ وار تھا لیکن کچھ دنوں بعد ہفتہ وار ہوگیا اور ہر پیر کو شائع ہونے لگا تھا۔

"شمس الاخبار" کی ادارت مدراس کے ایک مشہور علمی خاندان کے ہاتھ میں تھی۔ اس اخبار کے پہلے ایڈیٹر سید عبدالستار سنین تھے جو مدراس کے ممتاز شاعر اور صوفی منش بزرگ شاہ محمد عزیز الدین گھٹالہ دیدؔ کے سالے تھے۔ سید عبدالستار سنین کے زیر اہتمام "شمس الاخبار" نہایت کامیابی سے نکلتا رہا کچھ مدت کے بعد اس اخبار کی ادارت شاہ محمد عزیز الدین گھٹالہ کے فرزند مولوی نصیر الدین گھٹالہ کے سپرد ہوئی جو عربی، فارسی اور اردو کے بڑے عالم تھے اور ان کے مددگار کارکنوں میں بھی عربی، فارسی اور ترکی جاننے والوں کی ایک جماعت تھی جس کی وجہ سے "شمس الاخبار" میں عربی، فارسی اور ترکی اخبارات سے بہت سی خبریں ترجمہ ہوکر شائع ہوتی تھیں۔ پندرہ۱۵ بیس۲۰ سال کے عرصے میں اس اخبار کی شہرت ہندوستان سے نکل کر بیرونِ ہند دُور دُور تک پہنچ گئی۔

۱۸۷۸ء میں جنگ رُوم و روس کے زمانے میں اس اخبار نے حکومت ترکی کی اِمداد کی ترغیب دلائی اور اسی ترغیب کی بدولت ہندوستان کے گوشے گوشے سے ہزار ہا روپیہ چندہ جمع ہوا اور اسی اخبار کے ذریعہ سلطنت عثمانیہ کی خدمت میں روانہ کیا گیا جس کے صلے میں سلطان عبدالحمید خان ثانی نے "تمغہ مجیدیہ" مرحمت فرمایا، جو آج بھی اس اخبار کے ایڈیٹر نصیر الدین گھٹالہ کے برادر زادے مولوی محمد غوث الدین صاحب گھٹالہ کے پاس محفوظ ہے "شمس الاخبار" کے لیے یہ بڑے اعزاز کا باعث تھا، اسی لیے اس اخبار کے سرورق پر ہمیشہ شکل "تمغہ مجیدیہ" ہوا کرتی تھی۔ "حجاز ریلوے" کے سلسلے میں بھی اس اخبار نے بڑی مفید خدمات انجام دی تھیں جس کے صلے میں بھی اسے ایک اور تمغہ ملا تھا "تاج التواریخ" میں مولوی نصرت علی دہلوی نے اس اخبار کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے:

"مالک نصیر الدین ہیں پُرانا اخبار ہے بڑے پیمانے پر نکلتا ہے یہ قلم خفی چھپتا ہے، اچھا ہے"۔ "شمس الاخبار" نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک شائع ہوتا رہا اور غالباً ۱۹۱۲ء میں بند ہوا۔ نصف صدی تک گھٹالہ خاندان کے افراد کی کوششوں کی بدولت مدراس میں اُردو صحافت کو بڑا فروغ ہوا۔

ooo

جنوبی ہند کی قدیم اردو صحافت

ایک جائزہ ـــــ

ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں صحافت نے ایک اہم اور نمایاں رول ادا کیا ہے محققین کا بیان ہے کہ جنوبی ہند میں ایک شخص نے ۱۸۰۰ء میں وسیع پیمانے پر قلمی اخبارات تقسیم کیے جن میں برطانوی فوج کے دیسی سپاہیوں اور عام ہندوؤں اور مسلمانوں سے پُرجوش اپیل کی کہ وہ جراءت سے کام لے کر فرنگیوں کے خلاف برسرپیکار ہو جائیں اور اُنھیں ملیامیٹ کر کے دم لیں، چنانچہ ان ہی اخبارات کی وجہ سے ۱۰ر جولائی ۱۸۰۶ء کو ویلور میں انگریزوں کے خلاف ہندوستانی سپاہ نے علم بغاوت بُلند کر دیا اور بغاوت کر کے ایک سو تیرہ[۱] اور بقول ڈاکٹر مشرا "دو سو انگریز افسروں اور سپاہیوں کو قتل کر ڈالا"[۲] اور ٹیپو سُلطان شہید کے فرزند فتح حیدر کی بادشاہت کا اعلان کر کے قلعہ میں جھنڈا بھی بُلند کر دیا۔ ارکاٹ سے انگریزی فوج نے موقع پر پہنچ کر فساد فرو کر دیا۔ چھ سو سپاہیوں کو قتل کے جُرم میں گرفتار کیا گیا، ساڑھے تین سو سپاہیوں کے قریب اس بلوے میں مارے گئے اور ان کے سرغنہ توپ کے مُنہ سے باندھ کر اُڑا دیئے گئے۔ نواب فتح حیدر کو جو ویلور میں نظربند تھے کلکتہ بھیج دیا گیا[۳]۔ سرجان میلکم کا بیان ہے کہ اس غدر میں قلمی اخبارات کا بڑا دخل تھا۔ ۱۸۲۶ء میں ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ آک لینڈ نے اس رائے کا اظہار کیا کہ ہم پر جب نازک وقت آتا ہے قلمی اخبارات اشتعال انگیزی پر اُتر آتے ہیں بالخصوص جنگ برما کے دوران میں تو یہ حد سے گزر گئے۔ اسی سال ۱۸۳۶ء میں گورنر جنرل

سہ ۱ : تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں ۱- ہسٹری آف دی برٹش امپائر اِن اِنڈیا جلد چہارم صفحات ۹۲ تا ۹۴

سہ ۲ : ۲- دی سنٹرل اڈمنسٹریشن آف دی ایسٹ اِنڈیا کمپنی از ڈاکٹر بی۔بی مشرا صفحہ ۳۱ مطبوعہ ۱۹۵۹ء

سہ ۳ : ۳- واقعات مملکت بیجاپور حصہ سوم از بشیرالدین احمد صفحات ۶۰۰ تا ۶۰۲

کی کونسل کے رکن میکالے نے صحافت پر ایک یادداشت مرتب کی۔ اس میں اس رائے کا اظہار کیا کہ عام لوگوں میں دیسی زبانوں کی مطبوعہ صحافت کا اتنا اثر نہیں جتنا قلمی صحافت کا ہے ان کے بیان کے مطابق سارے ہندوستان میں دیسی زبانوں میں نکلنے والے جملہ مطبوعہ اخباروں کے صرف تین سو پرچے ڈاک کے ذریعہ سے بھیجے جاتے تھے اس کے مقابلے پر پیشہ ور وقائع نگاروں کے مرتب کیے ہوئے قلمی اخبارات کی اشاعت کا کچھ شمار ہی نہیں تھا، ہر دفتر اور ہر دربار کے باہر وقائع نگار منڈلاتے رہتے تھے صرف قلعہ معلیٰ اور ریذیڈنسی میں بیس اور تیس[۱۱۹] کے درمیان پیشہ ور وقائع نگار خبروں کی تلاش میں مصروف رہتے تھے۔ میکالے کے اندازے کے مطابق صرف دہلی سے ہر روز ایک سو بیس[۱۲۰] قلمی اخبار بہ ذریعہ ڈاک باہر بھیجے جاتے تھے ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۸۳۶ء تک ہندوستان بھر میں قلمی اخباروں کی اشاعت اگر مطبوعہ اخبارات سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں تھی اور مطبوعہ صحافت کا زور اس وقت بڑھا جب چارلس مٹکاف کے عہد میں صحافت کو آزادی حاصل ہوئی اور تین چار سال کے اندر اندر برعظیم کے گوشے گوشے میں بے شمار اخبار نکل آئے صحافتی تکنیک سے عوام کی دلچسپی بڑھنے لگی کیونکہ جو معلومات ان اخباروں کے وسیلہ سے حاصل ہوتیں وہ کسی دوسرے ذریعہ سے ممکن نہیں تھیں

اخبار کی قیمت اس وقت کے لحاظ سے زیادہ تھی۔ مدراس کے "جامع الاخبار"، اعظم الاخبار، امیرالاخبار، اور مظہرالاخبار" وغیرہ کی قیمت ایک روپیہ ماہوار اور تیسیرالاخبار کی قیمت پانچ آنے فی اخبار تھی۔ اخبارات کسی دوکان پر نہیں بکتے تھے صرف خریداروں کو بھیجے جاتے تھے اور کم از کم ماہانہ چندہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس زمانے میں روپے کی قیمت زیادہ تھی اس لیے یا تو اُمرا اخبار خریدتے تھے یا حکومت اخباروں کا چندہ ادا کر کے انھیں بعض مدارس کے نام جاری کرا دیتی تھی خریداروں میں ایک بڑی تعداد ان انگریز افسروں کی تھی جو یا تو علم دوستی کی وجہ سے یا اُردو زبان میں اپنی لیاقت بڑھانے کی خاطر اخبار خرید لیتے تھے۔ بہرحال اُردو اخبار ان لوگوں کے پاس جاتے تھے جو دولت مند ہوتے تھے اور ان کی قوت خرید زیادہ ہوتی تھی اس لحاظ سے اِشتہارات کا کاروبار وسیع ہو سکتا تھا لیکن اشتہار دینے کا ذوق بھی بہت محدود تھا، زیادہ تر کتابوں کے اشتہار چھپتے تھے اور ان کے لیے بہت کم رقم لی جاتی تھی بعض اخبارات غزلیں اور شخصی اِطلاعات شائع کرنے کی بھی اُجرت وصول کرتے

تھے" اعظم الاخبار" میں ایک سطر کا مواد چھاپنے کا معاوضہ دو آنے تھا۔ اخبار نے اپنے خریداروں کے لیے رعایت منظور کی تھی، ان سے فی بیت صرف ایک آنہ، اور فی سطر ایک آنہ معاوضہ لیا جاتا تھا۔" مظہر الاخبار" فی سطر چار آنے اُجرت وصول کرتا تھا۔ اخبارات کی آمدنی کا اہم ذریعہ خریداری کا چندہ ہی تھا۔ چندہ بھی باقاعدہ وصول نہ ہوتا تھا اکثر اخبار اس امر کے شاکی تھے کہ لوگ اخبار جاری کرالیتے ہیں لیکن چندہ بھیجنے میں تساہل سے کام لیتے ہیں، اور بعض وقت چندہ بھیجتے ہی نہیں چنانچہ "تیسیر الاخبار" مدراس اسی بے قاعدگی کی وجہ سے بند ہوگیا۔ بعد میں اخبارات نے ایک نئی رسم شروع کی اگر چندہ پیشگی آتا تو معمول کے مطابق رقم وصول کی جاتی ورنہ دُگنی رقم لی جاتی تھی اور اخبار کے سرورق پر صاف لکھا جاتا تھا کہ پیشگی بھیجنے کی صورت میں چندہ اتنا ہوگا اور بعد میں بھیجنے کی صورت میں اتنا ــــ

یہ رسم بعد میں شروع ہوی کہ عوام سے کم چندہ لیا جائے رؤسا سے زیادہ اور والیانِ ریاست سے اس سے بھی زیادہ۔ چنانچہ "مظہر الاخبار" "عمدۃ الاخبار" طلسم حیرت، شمس الاخبار وغیرہ کے پُرانے فائیل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اخبارات کی قیمت عوام سے کم رؤسا اور اُمراء و راجگان سے زیادہ وصول کی جاتی تھی۔

جنوبی ہند کے اخباروں میں مقامی اور قومی خبروں کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی خبریں بھی چھپتی تھیں اس کے علاوہ اس زمانے کے اخباروں میں تعلیمی، علمی و ادبی خبروں کے ساتھ ساتھ غزلیں بھی شائع ہوتی تھیں، ادیبوں کی محفلوں اور شعراء کی نشستوں کے مختصر تذکرے بھی ان اخباروں میں شائع ہوتے۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کی غزلیں اور ان کی زمینوں میں کہی ہوی غزلیں خاص طور پر شائع کی جاتی تھیں۔ مدراس کے شعراء بڑی دلچسپی سے ظفر کی غزلوں کی زمینوں میں شعر کہا کرتے تھے جنوبی ہند کے اخبارات خصوصاً " اعظم الاخبار" انھیں بے اُجرت شوق سے شائع کرتا۔ چنانچہ اخبار لکھتا ہے:

> "یہاں کے شعرائے نازک تلاش بادشاہ ظفر کی طرح کی ہوی زمین میں فکر کرکے جو غزلیں ہمارے پاس روانہ فرماتے ہیں سو ہم اس کو بے اُجرت اپنے اخبار نامے میں ضیافت طبع ناظرین کے لیے لکھا کرتے ہیں۔"
>
> (اعظم الاخبار، نمبر ۲ جلد ۵ مورخہ ۱۷ ڈسمبر ۱۸۵۱ء)

۱۸۵۷ء تک اُردو اخباروں کی خبروں کا سب سے بڑا ذریعہ وہ قلمی اخبارات تھے جو مختلف درباروں کے سرکاری وقائع نگار مُرتب کرتے تھے یا وہ خبرنامے جو آزاد وقائع نگار ترتیب دیتے تھے اس کے علاوہ اُردو اخبارات اکثر ہم عصر انگریزی اخبارات سے غیر ملکی خبریں اخذ کیا کرتے تھے بعض وقت مُلکی خبریں بھی ان ہی اخباروں کے حوالوں سے شائع ہوتی تھیں۔ خبروں کا تیسرا بڑا ذریعہ ان اخبارات کے اپنے نامہ نگار تھے جو اعزازی طور پر خبریں مُہیا کرتے تھے۔ جن کے صلے میں اُنھیں اخبار مُفت روانہ کیا جاتا تھا۔ خبروں کا چوتھا ذریعہ ہمعصر اُردو اور فارسی اخبار تھے ہر اخبار دوسرے اخبار سے اپنے مطلب کی دلچسپ خبریں چُن لیتا تھا اور اُنھیں حوالے کے ساتھ اپنے اخبار میں چھاپ دیتا تھا' اس طرح جو لوگ کوئی ایک اُردو اخبار خریدتے تھے وہ خود بخود سارے اُردو و فارسی اخباروں کی دلچسپ خبروں سے آشنا ہو جاتے تھے۔ اس دور کے انگریزی صحافت کے ذرائع ابلاغ بھی اسی قسم کے تھے۔

۱۸۲۵ء کے بعد صحافت پر سے پابندیاں ہٹالی گئیں لیکن عملاً صحافت پابند تھی' زیادہ تر اخبار حکومت کی طرف سے دی ہوئی بالواسطہ یا بلا واسطہ اِمداد پر دارو مدار رکھتے تھے اور جنھیں امداد حاصل نہیں تھی اُنھیں امداد کی اُمید پابند بنائے رکھتی تھی پھر انگریزی راج کی دہشت بھی ایسی تھی کہ کسی کو بے باک نکتہ چینی کی جراءت بھی نہیں ہوتی تھی۔ پروفیسر نٹراجن اپنی کتاب ——— " HISTORY OF INDIAN JOURNALISM " میں لکھتے ہیں

> "معاشرتی فضا بظاہر ایسی تھی کہ دہلی اور لکھنؤ کی اُردو زبان کے محاورے کی ایک دوسرے پر برتری اور ہندوؤں میں نکاحِ بیوگان کے مسئلہ پر اظہارِ رائے بھی خطرے سے خالی نہیں تھا' راجہ رام موہن رائے نے ۱۸۲۲ء میں بنگال میں صحافت کی آزادی کا جو تصور نہایت جراءت کے ساتھ پیش کیا تھا وہ شمال مغربی صُوبہ جات میں ۱۸۵۲ء میں بھی موجود نہیں تھا"

جنوبی ہند میں بعض ایسے اخبارات بھی موجود تھے جو کبھی کبھی جراءت کے ساتھ رائے عامہ کی ترجمانی کرتے تھے اس سلسلہ میں مدراس کا "جامع الاخبار" قابلِ ذکر ہے جو برٹش سرکار کی سیاسی حکمت عملی اور ان کی خود غرضانہ پالیسیوں پر کڑی تنقید کرتا تھا ان کے معاشی استحصال کا پول کھولتے ہوئے اس نے اپنے بعض اداریوں میں گرانی' چور بازاری' ارباب عدالت کی کوتاہ نظری اور چوری ڈکیتی کے عام ہونے کی شکایت کی تھی اور اکثر و بیشتر اسی طرح اس اخبار میں جراءت و بے باکی سے اظہار خیال کیا جاتا تھا۔

جنوبی ہند
کے
قدیم مطابع

جنوبی ہند کے قدیم مطابع

ہندوستان میں طباعت کا آغاز ساحلی علاقوں میں ہوا۔ مغربی ساحل پر گوا، کوئیلون کوچین، ٹرانکوبر، بمبئی اور پونا، مشرقی ساحل پر فورٹ سینٹ جارج مدراس، فورٹ ولیم کالج کلکتہ اور سری رام پور کو ہندوستان میں ابتدائی طور پر مطبوعہ کتابیں پیش کرنے کا شرف حاصل ہے۔

ہندوستان کا پہلا چھاپہ خانہ ۶ ستمبر ۱۵۵۶ء کو گوا میں عیسائیت کے فروغ اور مسیحی ادب کی طباعت کے لیے قائم ہوا۔ اس پریس سے پہلی معلوم کتاب ۱۵۵۷ء میں سینٹ زیوئیر (ST. XAVIER) کی ڈوٹرینا کرسٹا (DOUTRINA CHRISTA) پرتگالی زبان میں شائع ہوئی لیکن اب اس کتاب کا کوئی نسخہ نہیں ملتا۔ چھپائی کا کام گوا میں ۱۶۷۴ء تک چلتا رہا لیکن رفتہ رفتہ پادریوں کی ہمت پست ہوگئی وہ ہندوستانی زبانیں سیکھنے سے گریز کرتے تھے ۱۶۸۴ء میں ایک حکم نامہ جاری کیا گیا کہ گوا میں مقامی زبانوں کی جگہ پرتگالی زبان استعمال ہوگی اس کی وجہ سے ہندوستانی زبانوں میں طباعت کا کام ختم ہوگیا[1]

کیتھولک مبلغوں کی طرح ڈنمارک کے پروٹسٹنٹ مبلغین نے بھی طباعت کے فروغ میں گرانقدر حصہ لیا۔ انھوں نے اپنے مذہب کی ترویج کے لیے مقامی زبانیں سیکھیں۔ سماجی رسم و رواج اور عقیدوں سے واقفیت حاصل کی اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ عیسائی، مذہبی لٹریچر مقامی زبانوں میں چھاپ کر عوام میں تقسیم کرنے لگے[2]

ٹرانکوبر (مدراس) کے چھاپے خانے نے ۱۲ جون ۱۷۱۳ء کو ایک جرمن طابع کی مدد سے چھپائی کا کام شروع کیا۔ یہ جرمن طابع پہلے ڈنمارک کی کسی کمپنی میں ملازم تھا اس

۱،۲ پرولکر : دی پرنٹنگ پریس ان انڈیا ص ۸، ۲۵، ۲۶

۳ بمل کمارورت : ہندوستان کے زمانہ قدیم و وسطیٰ کے کتب خانے ص ۲۱۹

نے بڑی تیزی سے ملابار ٹائپ بنانے شروع کیے اور بہت جلد ڈھلائی کا کارخانہ قائم کرلیا۔ چھ ماہ کے اندر اس چھاپہ خانہ اور ٹائپ ڈھالنے والے کارخانے نے بڑی ترقی کرلی اس نے ایک کتاب چھاپی جس کا نام تھا "شرک سے بیزاری اور اس سے بچنے کا راستہ" یہ طباعت ان کے اپنے ڈھالے ہوئے ٹائپ حروف سے تھی اور یہ پہلا تجربہ تھا۔

ڈاکٹر بمل کمار دت کا بیان ہے کہ مدراس میں پہلا چھاپہ خانہ ویپری 'VAPERY' میں قائم ہوا، بعد میں یہ ڈایوسسن پریس (DIOCESAN PRESS) کے نام سے مشہور ہوا تامل ٹائپ پہلے مدراس میں ڈھالے گئے اور ۱۸۷۰ء تک ویپری میں استعمال ہوتے۔ تامل فیبرکس (FABRICUS) نے اس پریس سے ۱۷۸۶ء میں "انگلش تامل لغت" اور ۱۷۹۹ء میں "تامل انگلش لغت" شائع کی، کچھ عرصہ بعد خود فورٹ سینٹ جارج کالج مدراس نے تلگو، کنڑی، اُردو، عربی اور فارسی زبانوں کی متعدد کتابیں اپنے مطبع سے شائع کی تھیں جن میں مندرجہ ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں :

۱	تلگو زبان کی قواعد	اے۔ڈی کیمبل	سنہ ۱۸۱۶ء
۲	تلگو زبان کی قواعد	" دوسرا ایڈیشن	سنہ ۱۸۲۰ء
۳	کرناٹک زبان کی قواعد	ایم ایم کیرل	سنہ ۱۸۲۰ء
۴	وسیط النحو	تراب علی نامی	سنہ ۱۸۲۰ء
۵	دکنی انوار سہیلی	منشی ابراہیم بیجاپوری	سنہ ۱۸۲۴ء
۶	انگلش کنڈ لغت	ریورنڈ ولیم ریو	سنہ ۱۸۲۶ء
۷	منتخب العرف	سید امیر حیدر بلگرامی	سنہ ۱۸۲۷ء
۸	حکایت الجلیلہ (جلد اوّل)	منشی شمس الدین احمد	سنہ ۱۸۳۹ء
۹	حکایت الجلیلہ (جلد دوم)	"	سنہ ۱۸۳۹ء
۱۰	اُصول فن قبالت	ڈاکٹر ایڈورڈ بالفور	سنہ ۱۸۵۲ء

گریرسن (GRIERSON) کا بیان ہے کہ ایک کتاب جینتو زبان کی قواعد ۱۸۰۷ء میں مدراس میں چھپی تھی۔ جینتو زبان مدراس کے شمال مغرب میں رہنے بسنے والوں میں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔

جنوبی ہند کے جس پہلے اُردو چھاپہ خانے کا پتہ چلتا ہے وہ مدراس ہی میں قائم ہوا تھا۔ جناب عتیق صدیقی "ہندوستانی اخبار نویسی" میں بیان کرتے ہیں کہ مدراس میں پہلا

چھاپہ خانہ اُنیسویں صدی کی تیسری یا چوتھی دہائی میں قائم ہوا یہی وہ زمانہ تھا جب شمالی ہند میں بھی اُردو کے چھاپے خانے کھولے جا رہے تھے اور اُردو اخباروں کے اجراء کا دور شروع ہو رہا تھا: جناب عتیق صدیقی نے مدراس کی پہلی اُردو مطبوعہ کتاب "حکایات الجلیلہ" (مطبوعہ ۱۸۳۶ء) کو قرار دی ہے حالانکہ "حکایات الجلیلہ" کی اشاعت سے بارہ[۱۲] سال پیشتر ۱۸۲۴ء میں فورٹ سینٹ جارج کالج پریس سے دکنی انوارِ سہیلی شائع ہو چکی تھی اور پینتالیس سال پیشتر ۱۷۹۱ء میں کپتان ہنری ہیرلس CAPT. HENRY HARRIS نے مدراس ہی سے ہندوستانی زبان کی ایک جامع لغت

ANALYSIS, GRAMMAR AND DICTIONARY OF THE HINDUSTANY LANGUAGE

کے نام سے شائع کی تھی۔ ڈاکٹر ہنری ہیرلس کی لغت سے کچھ منتخب الفاظ اخذ کر کے ڈاکٹر گل کرسٹ نے ۱۷۹۸ء میں اپنا ضمیمہ (THE APPENDIX) شائع کیا تھا اس سے واضح ہوتا ہے کہ مدراس اُردو طباعت کے معاملے میں ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے بہت آگے تھا۔ فورٹ سینٹ جارج کالج پریس سے متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ علامہ عبداللہ یوسف علی کا بیان ہے کہ فارسی اور اُردو ٹائپ ہندوستان میں اٹھارہویں صدی کے اختتام اور انیسویں صدی کے آغاز کے دورِ اوّل میں استعمال کیا گیا تھا۔ ٹائپ کی چھپائی کا سلسلہ لیتھو کی چھپائی سے پہلے شروع ہو گیا تھا[۱] اُردو ٹائپ عرصہ تک مدراس میں مستعمل رہا، سرکاری قوانین اور ضوابط ٹائپ میں چھاپے جاتے تھے فورٹ سینٹ جارج کالج کی متعدد کتابیں ٹائپ میں شائع ہوئی تھیں، لیکن اُردو داں طبقے میں اُس زمانے میں بھی ٹائپ مقبول نہیں ہو سکا تھا۔ اُردو ٹائپ کی ترقی کی رفتار سست رہی۔ ۱۸۳۶ء میں لیتھوگرافی کا استعمال شروع ہوا، اور اس طرح کتابت کے ذریعہ سے بہت سی نقلیں چھاپنے کا ارزاں ذریعہ ہاتھ آگیا۔ جرمنی میں یہ فن اٹھارویں صدی کے خاتمے کے قریب ایجاد ہوا تھا اور ہندوستان میں چالیس سال کے اندر ہی اندر طباعت میں اس کا رواج عام ہو گیا۔ جوں ہی لیتھوگرافی کا سامان ہندوستان میں دستیاب ہونے لگا اُردو اور فارسی چھاپہ خانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ علامہ عبداللہ یوسف علی نے "انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ" میں بیان کیا ہے کہ لیتھوگرافی کا پہلا مطبع ۱۸۲۸ء کے قریب دہلی میں

---

[۱] انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ ص ۵۷

قائم ہوا تھا۔ لکھنؤ نے بھی بہت جلد اس کی تقلید کی۔ ابھی اُوپر ہم نے بتایا ہے کہ ۱۸۳۶ء میں "مدراس کے چھاپہ خانے" سے "حکایات الجلیلہ" فورٹ سینٹ جارج کالج کے طلبۂ کے لیے شائع ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۳۶ء سے پہلے ہی مدراس میں لیتھو گرافی کا مطبع قائم ہو چکا تھا' اس طرح لیتھو کے پریس قائم کرنے میں بھی مدراس ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے بہت آگے تھا۔ ۱۸۵۷ء سے پیشتر مدراس میں متعدد لیتھو کے چھاپے خانے قائم ہو چکے تھے سرکاری اور خانگی مطبعوں کی کثرت تھی ذیل میں اس عہد کے کچھ مطبعوں کا بیان درج کیا جاتا ہے :

۱۔ مطبع کشن راج

مطبع کشن راج سرکاری مطبع کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ مطبع مہاراج راجہ صاحب کشن راج وزیر بہادر کے نام سے قائم کیا گیا تھا' اس مطبع کی طباعت بڑی نفیس اور عمدہ تھی' اس مطبع کے قیام کی تاریخ کا پتہ نہیں چلتا' البتہ "دیوانِ تاباں" راقم الحروف کی نظر سے گذرا ہے جو ۱۸۳۴ء م ۹ر رمضان ۱۲۴۹ھ کو اسی مطبع سے شائع ہوا تھا' اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مطبع ۱۸۳۴ء سے پہلے قائم ہو چکا تھا اسی مطبع میں ۱۸۴۴ء میں شیریں سخن خان راقم کی "میزان الاشعار" اور ۱۸۴۵ء میں "رسالہ اعظم ارضاعہ" شائع ہوئی تھی۔ قاضی بدرالدولہ محمد صبغتہ اللہ قاضی القضاۃ محکمۂ عالیہ سرکار نواب کرناٹک کی بہت سی کتابیں بھی مطبع کشن راج میں طبع ہوئی تھیں جن میں فواید بدریہ ۱۸۴۵ء اور "گلزار ہدایت" ۱۸۴۷ء قابل ذکر ہیں "مطبع کشن راج' مطبع سرکاری" بھی کہلاتا تھا۔ ارکاٹ کے آخری رئیس نواب محمد غوث خان بہادر اعظم کا مشہور تذکرۂ شعراء "گلزار اعظم" ۱۸۵۵ء میں اسی مطبع سے شائع ہوا تھا۔

۲۔ مطبع جامع الاخبار

مطبع جامع الاخبار مدراس کا بہت قدیم مطبع تھا اس کے مالک سید رحمت اللہ تھے اسی مطبع کی جانب سے ۱۲۵۷ھ م ۱۸۴۱ء میں مدراس اور جنوبی ہند کا پہلا اُردو اخبار "جامع الاخبار" جاری ہوا تھا اس مطبع نے اُردو زبان کی بڑی خدمت کی تھی۔ اس مطبع میں اُردو کی بے شمار علمی

اَدبی، لسانی اور مذہبی کتابیں شائع ہوئیں۔ مدراس کے فورٹ سینٹ جارج کالج کی نصابی کتابیں بھی زیادہ تر اسی مطبع سے شائع ہوتی تھیں، ایسی بہت سی کتابیں ہماری نظر سے گذری ہیں۔ مطبع جامع الاخبار سے ۱۸۵۴ء میں جو کتابیں شائع ہوئی تھیں اور جو برائے فروخت تیار تھیں وہ درج ذیل ہیں :

نمبر سلسلہ	نام کتاب	قیمت روپیہ	قیمت آنے	نمبر سلسلہ	نام کتاب	قیمت روپیہ	قیمت آنے
۱	عقاید جامی	۰	۶	۲۰	رسالہ منظر حق	۰	۸
۲	باران رحمت	۱	۸	۲۱	آرٹیکل آف وار	۱	۴
۳	رسالہ گلکرسٹ	۰	۸	۲۲	سرکیولر آرڈرس	۳	۰
۴	رقعات واصفی	۰	۵	۲۳	چہار درویش	۲	۸
۵	دیوانِ واصف	۰	۵	۲۴	عقاید شرقیہ	۰	۸
۶	خالق باری	۰	۳	۲۵	رسالہ حروف تہجی	۰	۸
۷	میزان الحساب	۰	۵	۲۶	تعلیم نامہ	۲	۰
۸	رسالہ نجوم	۰	۴	۲۷	رسالہ جغرافیہ	۰	۸
۹	طریق الصلحاء	۰	۴	۲۸	قانون خرد کورٹ (مدراس)	۰	۴
۱۰	روح اسلام ہند	۰	۴	۲۹	مسائل اربعین	۱	۸
۱۱	احکام الایمان	۰	۶	۳۰	ہدایت نامہ یعنی رد نصاریٰ	۰	۲
۱۲	تقویم الاشعار	۰	۸	۳۱	صراط الاسلام و صراط النجات	۰	۸
۱۳	اخوان الصفاء	۲	۸	۳۲	ترجمہ مثنوی شریف	۲	۴
۱۴	گلستان ہندی	۵	۰	۳۳	جزالحمد	۰	۴
۱۵	بکاؤلی	۲	۸	۳۴	جزالم	۰	۴
۱۶	طریق النجات	۰	۴	۳۵	جز تبارک	۰	۳
۱۷	عربی حکایت لطیفہ	۰	۸	۳۶	قواعد لشکری	۱	۴
۱۸	تحفۂ ضیائیہ	۱	۴	۳۷	گلستان سہ باب	۰	۶
۱۹	فیض عام	۳	۸	۳۸	داستان غم	۲	۸

سلسلہ نمبر	نام کتاب	قیمت		سلسلہ نمبر	نام کتاب	قیمت	
		روپیہ	آنے			روپیہ	آنے
۳۹	صنعت الحریر	۰	۸	۴۱	خلاصۃ التکمیل	۰	۵
۴۰	کریا	۰	۳	۴۲	تقویم سالِ حال	۱	۸ [1]

۳- مطبع اعظم الاخبار

مدراس کے قدیم ترین مطبعوں میں مطبع " اعظم الاخبار" بھی شامل تھا۔ اس مطبع کی جانب سے ۴ رشعبان ۱۲۶۴ھ م ۶ رجولائی ۱۸۴۸ء کو ایک ہفتہ وار اخبار " اعظم الاخبار" کے نام سے جاری ہوا تھا۔ مطبع " اعظم الاخبار" نے بھی اُردو زبان کی گراں قدر خدمت انجام دی ہے اور اس کے مطبع سے اُردو کی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔ سید مشتاق کی " تحفۂ مشتاق" (۱۲۶۵ھ) قاضی بدرالدولہ کی " فوائد بدریہ" (۱۲۶۵ھ) اخلاق ہندی، چہار درویش، اخوان الصفاء بکاولی، گلستان اور صدرالاسلام کی " خلاصۂ خدمات مجسٹریٹ متعلقہ ہندوستان" اسی مطبع سے ۱۸۵۱ء میں شائع ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر ایڈورڈ بالفور کی گلدستۂ سخن" بھی مطبع " اعظم الاخبار" ہی میں چھپی تھی۔

۴- مطبع تعلیم الاخبار

مطبع تعلیم الاخبار بھی مدراس کا ایک قدیم مطبع تھا۔ اس مطبع کی جانب سے بھی ایک اخبار " تعلیم الاخبار" جاری تھا۔ " اعظم الاخبار" مدراس میں اس اخبار کے متعدد حوالے ملتے ہیں۔ گارساں دتاسی کی نظر سے بھی اس اخبار کے ۱۸۵۲ء تک کے شمارے گزر چکے تھے۔ مطبع تعلیم الاخبار کی جانب سے بھی متعدد اُردو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ۱۸۵۲ء میں کیپٹن گرین دے کی اُردو کتاب " علی بابا یا چالیس چور" اور ۱۸۵۳ء میں مہدی واصف کی کتاب

[1] جامع الاخبار نمبر ۱۵، جلد ۲، مورخہ ۱۶ جنوری ۱۸۵۴ء

"اخلاق النبی الکریم" اسی مطبع کی جانب سے شائع ہوی تھیں۔

۵- مطبع اسلامیہ

مطبع اسلامیہ بھی جنوبی ہند کا ایک قدیم مطبع تھا۔ ۱۸۵۴ء میں مدرسہ آعظم کی رُوداد محفل نظائے مدرسہ آعظم" اسی مطبع سے شائع ہوی تھی۔ نواب فخرالدین خان شمس الامراء کی ستہ شمسیہ ۱۲۷۲ھ میں مطبع اسلامیہ سے ہی شائع ہوی تھی، مطبوعہ نسخہ کتب خانہ عام اہل اسلام مدراس میں بھی موجود ہے۔

۶- مطبع غوثیہ

مطبع غوثیہ کی جانب سے جنوبی ہند کا ایک قدیم اخبار "امیرالاخبار" شائع ہوتا تھا، اردو کتابیں بھی شائع ہوتی تھیں۔ کتب خانہ عام اہل اسلام کی چوتھی رُوداد اسی مطبع کی جانب سے ۱۸۵۴ء میں شائع ہوئی تھی۔

۷- مطبع احمدی

مطبع احمدی بھی جنوبی ہند کا ایک قدیم مطبع تھا۔ اس مطبع سے متعدد اُردو کتابیں شائع ہوی تھیں۔ ان میں سید اسداللہ مستان کی تحالیف الاخلاق ۱۲۶۲ھ، سید احمد قادری کی رفع الدعن صدقۃ الفطر ۱۲۶۲ھ، اور ردّ رُسومات ہند ۱۲۶۳ھ، قابل ذکر ہیں۔

۸- مطبع شرفیہ

مطبع شرفیہ اپنی عمدہ اور معیاری طباعت کے لیے جنوبی ہند میں مشہور رہا۔ اس مطبع سے شائع شدہ دو کتابیں راقم الحروف کی نظر سے گذری ہیں، قاضی بدرالدولہ کی "ہشت گلزار فی مناقب رفیق الغار" اور علامہ محمود حسرت کی "ریاض سیر" ۱۲۷۰ھ میں اسی مطبع سے شائع

ہوئی تھیں۔

۹ - مطبع خورشید

مطبع خورشید میں ٹائپ کی طباعت بھی ہوتی تھی۔ اس مطبع سے ۱۸۵۴ء میں سید شاہ علی مترجم گورنمنٹ مدراس کی کتاب "ہندوستانی سیول کورٹ" شائع ہوئی تھی۔ اس مطبع کی کتابیں اب نایاب ہیں۔

۱۰- مطبع مخزن الاخبار

مطبع مخزن الاخبار بھی جنوبی ہند کا ایک قدیم مطبع تھا اس مطبع سے مہدی واصف کی ایک کتاب " آداب الصالحین" مطبوعہ ۱۲۶۴ھ ہماری نظر سے گزری ہے۔

۱۱- مطبع مظہر العجائب

مطبع مظہر العجائب جنوبی ہند کا ایک مشہور مطبع تھا۔ ڈاکٹر عبدالحق مرحوم پرنسپل محمڈن کالج مدراس نے اپنے ایک مضمون "انیسویں صدی میں مدراس کے اُردو اخبار" میں اس مطبع کے متعلق لکھا ہے کہ غالباً غدر دہلی کے کچھ دنوں بعد ہی یہ مطبع قائم ہوا تھا" لیکن راقم الحروف کی نظر سے اس مطبع کی متعدد ایسی کتابیں گذری ہیں جو غدر دہلی سے پہلے شائع ہوئی تھیں' ان میں غلام قادر کی "مفیدۃ النساء" اور سید احمد قادری کی " اراۃ الطریق" مطبوعہ ۱۸۵۳ء قابل ذکر ہیں۔ اس مطبع نے اُردو کی بہت سی مفید کتابیں شائع کی تھیں۔ مہدی واصف کی تقریباً بارہ کتابیں ہماری نظر سے گذری ہیں جو اسی مطبع میں شائع ہوئی تھیں ان میں "دلیل ساطع' تذکرہ ---- حدیقۃ المرام' انسان کامل' سخن بشنو' انیس الذاکرین' نفائس الکلام' منہاج العابدین' شادی نامہ' ترجمہ جلالین اور فصل الخطاب بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحق مرحوم کا بیان ہے:

"مدراس کے بعض علماء اور شعراء اس مطبع کے منتظمین اور کارکن تھے

اور اسی وجہ سے یہاں کی طباعت میں صحت وصفائی پائی جاتی تھی "
(انیسویں صدی میں مدراس کے اُردو اخبار مطبوعہ رسالہ اُردو اپریل ۱۹۴۱ء)
اس مطبع کی بعض مطبوعہ کتابیں راقم الحروف کے پاس بھی موجود ہیں۔
مدراس کا قدیم اور مشہور اخبار" مظہر الاخبار" مطبع مظہر العجائب ہی سے شائع ہوتا تھا۔
اس اخبار کے اڈیٹر مدراس کے مشہور شاعر محمد خواجہ بادشاہ عبرت تھے اس اخبار کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔

۱۲- مطبع عزیزیہ

مدراس کے قدیم مطبعوں میں " مطبع عزیزیہ" بھی تھا۔ ہماری نظر سے اس مطبع کی ایک کتاب " روداد مجمع علم وہنر" گذری ہے جو فروری ۱۸۵۴ء میں شائع ہوی تھی۔

۱۳- مطبع اکبری

اس مطبع سے شائع شدہ کتابیں اب نایاب ہیں صرف ایک کتاب کا پتہ چلا ہے اور وہ سید احمد قادری کی " ارشاد العباد الی احکام الذبح والاصطباغ " ہے یہ کتاب ۱۲۵۶ھ میں شائع ہوی تھی۔

۱۴- مطبع رحمانی، صبح صادق

اس مطبع کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کب قائم ہوا تھا۔ اس مطبع سے ایک اخبار" صبح صادق" نکلتا تھا' یہ اخبار ہفتہ میں دوبار دوشنبہ اور جمعہ کو شائع ہوتا تھا اس اخبار کا اجرأ ۱۲۷۱ھ م ۱۸۵۴ء میں عمل میں آیا تھا۔ گارسان دتاسی نے بھی اس اخبار کا تذکرہ کیا ہے اس مطبع کی جانب سے ۱۲۷۵ھ میں سید علی موسی رضا کی " گلزار شہادت" شائع ہوی تھی ایک مطبوعہ نسخہ راقم الحروف کے پاس بھی موجود ہے۔

ooo

بمبئی کے قدیم مطابع

ڈاکٹر بمل کمار دت نے "ہندوستان کے زمانۂ قدیم و وسطی کے کتب خانہ" میں بمبئی میں طباعت کی ابتداء کے متعلق بتایا ہے کہ وہاں طباعت کو روشناس کرانے کی اوّلین کوشش ۱۶۷۴ء-۷۵ میں کی گئی اور پہلی بار بھیم جی پریکھ ایک گجراتی تاجر نے خالص تجارتی نقطۂ نظر سے اس کام کا آغاز کیا تھا لیکن بمبئی میں باقاعدہ چھپائی درحقیقت اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں شروع ہوی اور جو ٹائپ اس میں استعمال ہوئے وہ سمندر پار ملکوں سے درآمد کیئے ہوئے تھے۔

ہنری بیچر (HENRY BECHER) کی کتاب ریمارکس اینڈ اکرنسز REMARKS AND OCCURRENCES) ۱۷۹۳ء میں بمبئی میں چھپی تھی، یہی بمبئی کی اوّلین مطبوعہ کتاب سمجھی جاتی ہے۔

بمبئی میں عربی، فارسی اور اُردو کے بڑے بڑے پریس تھے اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایران، عراق، جاوا، سماٹرا، ملایا، برٹش آفریقہ وغیرہ میں عربی اور فارسی مطابع نہیں تھے ان ملکوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا سہرا بھی بمبئی کے سر ہے چنانچہ ملک التجار آقا شیرازی اور دوسرے ایرانیوں کے مظفری اور دوسرے بڑے بڑے پریس یہاں موجود تھے اور یہیں سے بغدادی قاعدہ اور قرآن شریف کے علاوہ دوسرے علوم فنون کی متعدد کتابیں طبع ہوتیں اور مختلف اِسلامی ممالک کو بھیجی جاتی تھیں [1]

بمبئی کے ہندوؤں، پارسیوں اور کئی افراد نے بھی اپنے پریس قائم کیے تھے جہاں سے اُردو کی کتابیں بھی شائع ہوتی تھیں، بمبئی کے پارسی پریس کے سلسلے میں ایک شخص مرزا حسن کاشانی کا مطبع قابل ذکر ہے۔ اس مطبع نے ۱۸۴۸ء میں شکنتلا ناٹک کو شائع کیا تھا ۱۸۵۵ء میں ولی کا دیوان ایک عالمانہ دیباچہ کے ساتھ بمبئی سے شائع کیا گیا۔

بمبئی کے قدیم اُردو پریسوں کے متعلق تفصیلی معلومات دستیاب نہیں ہوتیں ڈاکٹر ڈاکٹر میمونہ دلوی کے تحقیقی مقالے "بمبئی میں اُردو" میں بمبئی کے پچاس قدیم مطابع کے نام

---

[1] پروفیسر نجیب اشرف ندوی : بمبئی میں اُردو مطبوعہ رسالہ اُردو ادب جنوری ۱۹۵۲ء
[2] ڈاکٹر میمونہ دلوی : بمبئی میں اُردو (۱۹۱۴ء تک) صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ بمبئی ۱۹۷۰ء

گنائے گئے ہیں مگران ناموں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ مطابع کب اور کس سنہ میں قائم ہوئے تھے، ڈاکٹر میمونہ کی رائے میں ایک بہت مابعد مطبع "کریمی پریس" بمبئی کا سب سے زیادہ اہم اور شہرت کا حامل پریس تھا جس کی بنیاد بقول ان کے ۱۲۹۰ھ م ۱۸۷۲ء میں پڑی۔

کریمی پریس سے بہت پہلے بمبئی کے قدیم مطبعوں نے اردو زبان و ادب کی بڑی خدمت کی ہے اردو زبان کی کئی اہم قدیم دکنی تصانیف بمبئی سے شائع ہو چکی ہیں ان قدیم مطبعوں سے مختلف موضوعات پر مشتمل انتخابی کلام مثلاً منتخب مراثی، غزلوں اور مثنویوں کے مجموعے اور مختلف شعراء کا منتخب کلام بھی شائع ہو چکا ہے مدراس کے متعدد شعراء اور مصنفین کی کتابیں بمبئی سے بھی شائع ہوئی ہیں۔

بنگلور و میسور کے قدیم مطابع

بنگلور و میسور کے اوّلین مطبع کے متعلق ڈاکٹر حبیب النساء بیگم اپنے تحقیقی مقالے "ریاست میسور میں اردو کی نشو و نما" میں لکھتی ہیں کہ ریاست میسور میں اردو کا پہلا مطبع فردوسی ۱۸۴۸ء میں قائم ہوا' لیکن اس مطبع کے اوّلین مطبوعات کا ڈاکٹر صاحبہ نے کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ ہماری نظر سے ریاست میسور کے مشہور شاعر میر حیات حیاتؔ (متوفی ۱۸۶۴ء) اور شاہ عبدالحیٔ واعظ بنگلوری (متوفی ۱۸۸۳ء) کی بعض کتابیں گزری ہیں جو ۱۸۵۷ء کے بہت بعد کی شائع شدہ ہیں۔

پروفیسر حبیب النساء بیگم مزید لکھتی ہیں :

"۱۸۵۸ء میں بنگلور میں سات چھاپہ خانے مختلف پرائیوٹ انجمنوں کی طرف سے قائم ہو چکے تھے گورنمنٹ نے آٹھواں پریس ۱۸۵۸ء میں بچوں کے نصاب کی کتابیں کم قیمت پر شائع کرنے کے لیے خریدا۔ اس وقت میسور میں کوئی پریس ایکٹ نہیں تھا۔ دو اخبار بنگلور میں جاری تھے" بنگلور ہیرالڈ" ہفتہ میں دو مرتبہ شائع ہوتا تھا اس کے علاوہ ایک انگریزی، کنڑی ہفتہ وار اخبار بھی جاری تھا۔ علاوہ بریں یہاں صوبہ مدراس کے اخبارات بڑے شوق سے پڑھے جاتے تھے [1]

---

[1] ڈاکٹر حبیب النساء بیگم : ریاست میسور میں اردو کی نشو و نما ص ۲۸۹ مطبوعہ بنگلور ۱۹۶۲ء

حیدرآباد کے قدیم مطابع

نواب محمد فخر الدین خان امیر کبیر شمس الامراء بہادر متوفی ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء کا نام اور کام حیدرآباد دکن کی تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے وہ حیدرآباد کے ایک بہت بڑے عالم و فاضل تھے انھوں نے اہل علم و فن کی بڑی قدر دانی اور سرپرستی کی تھی۔ مشرقی علوم کے علاوہ مغربی زبانوں مثلاً انگریزی اور فرانسیسی پر ان کو خاص عبور حاصل تھا۔ حیدرآباد دکن میں سب سے پہلے نواب شمس الامراء ہی نے سائنسی کتابوں کا یورپی زبانوں سے اردو میں ترجمہ کروانے کا انتظام کیا تھا چنانچہ اس کام کو منظم طور پر چلانے کے لیے انھوں نے ۱۸۳۴ء میں ایک "دارالترجمہ" کی بنیاد رکھی تھی سائنسی تجربوں کے لیے یورپ سے سائنسی آلات بھی منگوائے گئے تھے اور فلکیات کے مشاہدوں کے لیے جہاں نما حیدرآباد میں ایک رصدگاہ بھی تعمیر کی تھی "دارالترجمہ" کے ساتھ ایک مطبع بھی تعمیر کیا گیا تھا جو سنگی چھاپہ خانہ شمس الامراء کے نام سے موسوم تھا اس مطبع میں تصویر کشی کا بھی انتظام تھا۔ لیتھو میں سائنسی آلات کے نقشے چھپتے تھے اس مطبع کی طباعت بڑی نفیس اور عمدہ تھی۔ اس مطبع کی شائع شدہ کئی ایک کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں۔ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد میں بھی یہاں کی کئی کتابیں موجود ہیں۔

نواب شمس الامراء نے حکمت، ہندسہ، ریاضی وغیرہ میں سب سے پہلے اردو میں کتابیں لکھوائیں اور خود بھی تصنیف کیں۔ چونکہ نواب موصوف کو علوم ریاضی و ہیئت سے خاص شغف تھا اس لیے زیادہ تر ان ہی علوم سے متعلق کتابیں فرانسیسی اور انگریزی زبانوں سے ترجمہ کروا کے اپنے سنگی چھاپہ خانے میں چھپوائیں چنانچہ ایسی بیس سائنسی کتابوں کے نام خواجہ حمیدالدین شاہد صاحب نے اپنے تحقیقی مقالے " اردو میں سائنسی ادب (قدیم ترین کارنامے) میں گنائے ہیں جو نواب شمس الامراء کی سرپرستی میں لکھوائی گئیں "۔ دکن میں اردو " میں بھی مولوی نصیرالدین ہاشمی مرحوم نے بہت سی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جن کا نواب شمس الامراء نے اردو میں ترجمہ کروا کر اپنے مطبع سے شائع کیا تھا نواب شمس الامراء کی سائنسی علمی اور ادبی خدمات پر ہاشمی صاحب مرحوم کے معلومات آفریں مقالے اور مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

کتابیات

اُردو مطبوعات

۱	اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ	(انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) جلد ۲ یونیورسٹی آف پنجاب	لاہور	۱۹۷۱ء
۲	ابراہیم بیجاپوری	دکنی انوارِ سہیلی	مدراس	۱۸۲۴ء
۳	افضل الدین اقبال، ڈاکٹر	مدراس میں اُردو ادب کی نشو و نما	حیدرآباد	۱۹۷۹ء
۴	"	فورٹ سینٹ جارج کالج مدراس دکنی زبان و ادب کا ایک اہم مرکز	حیدرآباد	۱۹۷۹ء
۵	امداد صابری	تاریخ صحافت اُردو جلد اوّل	دہلی	۱۹۶۷ء
۶	"	" جلد دوم دوسرا ایڈیشن	دہلی	۱۹۶۷ء
۷	بدرالدولہ، قاضی	گلزارِ ہدایت	مدراس	۱۸۴۸ء
۸	بشیرالدین احمد	واقعات مملکت بیجاپور (جلد سوم)	آگرہ	۱۹۱۵ء
۹	پرولکر، اے۔ کے	ہندوستان میں چھاپہ خانہ	دہلی	۱۹۷۹ء
۱۰	تاراچند، ڈاکٹر	اہلِ ہند کی مختصر تاریخ	دہلی	۱۹۶۸ء
۱۱	حبیب النساء، ڈاکٹر	ریاست میسور میں اُردو کی نشو و نما	بنگلور	۱۹۶۲ء
۱۲	خالدی، ابوالنصر	تقویم ہجری و عیسوی	دہلی	۱۹۳۹ء
۱۳	خواجہ احمد فاروقی، ڈاکٹر	دہلی اُردو اخبار	دہلی	۱۹۷۲ء
۱۴	خواجہ حمیدالدین شاہد	اُردو میں سائنسی ادب	حیدرآباد	۱۹۵۷ء
۱۵	دت، ڈاکٹر بمل کمار	ہندوستان کے زمانہ قدیم و وسطیٰ کے کتب خانے	دہلی	۱۹۷۹ء
۱۶	رحم علی الہاشمی	فنِ صحافت	دہلی	۱۹۴۳ء
۱۷	زور، ڈاکٹر محی الدین قادری	گارساں دتاسی	حیدرآباد	۱۹۴۱ء
۱۸	سیدہ جعفر، ڈاکٹر	ماسٹر رام چندر اور اُردو نثر کے ارتقا میں اُن کا حصّہ	حیدرآباد	۱۹۶۰ء
۱۹	سید محمد، پروفیسر	ارباب نثر اُردو	حیدرآباد	۱۹۳۷ء
۲۰	سید احمد	ردّ رسوماتِ ہند	مدراس	۱۸۴۶ء
۲۱	شمس الدین احمد، منشی	حکایات الجلیلہ (جلد اوّل)	مدراس	۱۸۳۶ء
۲۲	"	" (جلد دوم)	"	۱۸۳۹ء
۲۳	طیّب انصاری	حیدرآباد میں اُردو صحافت (۱۸۵۷ء سے ۱۹۵۹ء)	حیدرآباد	۱۹۸۰ء
۲۴	عابد صدیقی	ادب اور صحافت	"	۱۹۷۴ء
۲۵	عبداللہ یوسف علی	انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ	کراچی	۱۹۶۷ء

۲۶	عبدالباسط	دیوانِ عشق	حیدرآباد	۱۹۴۰ء
۲۷	عبدالخالق، محمد سعید	میسور میں اُردو	//	۱۹۴۲ء
۲۸	عبدالجبار، ملکاپوری	تذکرہ شعرائے دکن جلد دوم	//	۱۹۱۲ء
۲۹	عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر	صحافت پاکستان و ہند میں	لاہور	۱۹۶۳ء
۳۰	عتیق صدیقی، محمد	ہندوستانی اخبار نویسی کمپنی کے عہد میں	دہلی	۱۹۵۷ء
۳۱	فاروقی، خان عالم خان	باران رحمت	بنگلور	۱۸۸۴ء
۳۲	گارسان دتاسی	خطبات	اورنگ آباد	۱۹۳۵ء
۳۳	محمد اشرف	اختر شہنشاہی	لکھنؤ	۱۸۸۸ء
۳۴	مانک راؤ وٹھل راؤ	بستان آصفیہ جلد اول	حیدرآباد	۱۹۰۹ء
۳۵	محمد لیسین، ڈاکٹر	انگریزی ادب کی تاریخ	علی گڑھ	۱۹۷۰ء
۳۶	مطیر بلجیت سنگھ	اخبار نویسی کے ابتدائی اصول	دہلی	۱۹۷۸ء
۳۷	میمونہ دلوی، ڈاکٹر	بمبئی میں اُردو	بمبئی	۱۹۷۰ء
۳۸	نصیرالدین ہاشمی	مدراس میں اُردو	حیدرآباد	۱۹۳۸ء
۳۹	//	دکن میں اُردو (چھٹا ایڈیشن)	لکھنؤ	۱۹۶۳ء
۴۰	یوسف کوکن، پروفیسر	خانوادہ قاضی بدرالدولہ	مدراس	۱۹۶۳ء

انگریزی مطبوعات

۱	انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا جلد ۱۳			۱۹۷۰ء
۲	ہسٹری آف دی برٹش امپائر اِن انڈیا جلد چہارم			
۳	ایچ۔ ڈی۔ لو	وزیٹجیس آف اولڈ مدراس		۱۹۱۲ء
۴	مشرا، ڈاکٹر بی۔ بی	دی سنٹرل ایڈمنسٹریشن آف دی ایسٹ انڈیا کمپنی		۱۹۵۹ء
۵	نٹراجن	اے ہسٹری آف دی پریس ان انڈیا		۱۹۶۲ء
۶	قاسم علی سجن لعل	اے ہنڈرڈ ہسٹری آف اُردو نیوز پیپرز		۱۹۶۴ء
۷	//	ٹو نیوز پیپرز آف مدراس اسلامک کلچر جلد XVIII		
۸	صفی اللہ سید	اُردو جرنلزم ان تامل ناڈو	مدراس	۱۹۷۷ء

عربی مطبوعات

۱	مہدی واصف، محمد	حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء الاعلام	مدراس	۱۸۶۲ء

فارسی مطبوعات

۱	غوث خان آعظم، نواب محمد	تذکرہ گلزار اعظم	مدراس	۱۸۵۵ء
۲	مرتضیٰ بنیش، سید	تذکرہ اشارات بنیش	دہلی	۱۹۷۳ء

رسائل

۱	رسالہ اُردو	اکتوبر	۱۹۳۵ء	آدھی صدی پہلے کے اُردو اخبار	عبدالرزاق راشد
۲	〃	اپریل	۱۹۴۱ء	انیسویں صدی میں مدراس کے اُردو اخبار	ڈاکٹر عبدالحق
۳	رسالہ اُردو ادب	جنوری	۱۹۵۲ء	بمبئی میں اُردو	نجیب اشرف ندوی
۴	رسالہ نوائے ادب	اپریل	۱۹۵۶ء	مدراس میں اُردو کا کچھ نیا مسالہ	نصیرالدین ہاشمی
۵	〃	اپریل	۱۹۵۸ء	قدیم اخبارات کی کچھ جلدیں	امتیاز علی عرشی
۶	سب رس، حیدرآباد	مئی	۱۹۴۳ء	جنوبی ہند کا پہلا اُردو اخبار	احمد عبدالخالق
۷	ہفتہ وار نصرت مدراس	۱۸ر نومبر	۱۹۶۳ء	مدراس کے اُردو اخبارات جامع الاخبار	ڈاکٹر محمد غوث
۸	آجکل نئی دہلی	جون	۱۹۷۳ء	جامع الاخبار	وقار خلیل
۹	〃	جنوری	۱۹۸۰ء	ہندوستانی صحافت کے دو سو سال	عتیق صدیقی
۱۰	روزنامہ سیاست	ہفتہ وار ادبی ایڈیشن ۱۵ر اگست	۱۹۵۹ء	حیدرآباد کی اُردو صحافت کے سو سال	اختر حسن
۱۱	〃	۷ر اپریل	۱۹۸۰ء	حیدرآباد کے تلگو اخبارات	—
۱۲	ہفتہ وار حیات بمبئی	—	—	بمبئی کا پہلا اخبار آئینہ سکندر	نصیرالدین ہاشمی
۱۳	مجلہ نظامیہ	ملا عبدالقیوم نمبر	۱۹۴۰ء	—	—

قدیم اخبارات

۱	جامع الاخبار	کتب خانہ ادارۂ ادبیاتِ اُردو، کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس
۲	اعظم الاخبار	کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس، کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد
۳	تیسیر الاخبار	کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس
۴	امیر الاخبار	کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد
۵	مظہر الاخبار	کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، نیز چند شمارے مملوکہ راقم الحروف
۶	صبح صادق	کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد
۷	طلسم حیرت مدراس	کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس
۸	عمدۃ الاخبار	مملوکہ راقم الحروف
۹	شمس الاخبار	مملوکہ غوث الدین صاحب گھاٹلہ و کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس

مصنّف کی دیگر کتابیں

① پرنٹنگ کی کہانی (تاریخ فن طباعت) ۱۹۶۵ء

"کتابت و طباعت باقاعدہ ایک فن ہے۔ زیر نظر کتابچہ اس فن کی ایک مختصر کہانی ہے۔ ایک عام قاری کے لیے یہ کتاب بڑی معلومات آفریں ہے اس میں ان تاریخی ٹھوس حقائق کو پیش کیا گیا ہے جو اس فن کی ترقی کا باعث بنے اور بڑے مدلل انداز میں مسلمانوں کی ان کوششوں کا بھی ذکر ہے جو اس کو معراج کمال تک پہونچائے، یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر لائبریری کی زینت بنے۔"

عاتق شاہ
روزنامہ 'سیاست' حیدرآباد

② تذکرہ سعید (اُردو و انگریزی) ۱۹۷۳ء

حیدرآباد کے مشہور علمی و دینی خدمت گزار خاندان کا مفصّل و مستند تذکرہ بہت سے مضمونوں کا مجموعہ جن میں سے ہر ایک دلچسپ و پُر معلومات ہے خصوصاً ڈاکٹر یوسف الدین، ڈاکٹر افضل اقبال، ڈاکٹر محمد غوث کے قلم سے نکلے ہوئے علوم اسلامیہ، ثقافت اسلامیہ اور عثمانیہ یونیورسٹی کے سارے طلبہ کے لیے قابل مطالعہ۔

مولانا عبدالماجد دریابادی
صدق جدید، لکھنؤ

③ مدراس میں اُردو ادب کی نشو و نما (جلد اوّل) ۱۹۷۹ء

مدراس یونیورسٹی کے ایم۔فل کے نصاب میں شامل اور آندھرا پردیش
اُردو اکاڈمی کا پہلا انعام پانے والی تحقیقی کتاب ——————

"یہ کتاب مصنف کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد نے ان کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی ہے۔ ابھی تک اس موضوع پر کوئی اچھی کتاب موجود نہیں تھی اس کتاب سے یہ کمی پوری ہوگی اس سے مصنف کی محنت اور سلیقہ کا پتہ چلتا ہے۔

ماہنامہ 'معارف' اعظم گڑھ (یوپی)

مقالہ نگار نے علاقہ مدراس کے ادیبوں کا تذکرہ بڑی جامعیت سے کیا ہے۔ ادیبوں کی تفصیل اور ریل پیل دیکھ کر مقالہ نگار کی غیر معمولی عرق ریزی کا اندازہ ہوتا ہے۔ عام طور سے پی ایچ۔ڈی کے مقالوں کی تیاری میں اتنی محنت نہیں کی جاتی۔ علاقہ مدراس کی حد تک ان کا کارنامہ ایک جامع کام ہے اور تاریخ ادب کے احصا کا ایک خلا پُر کرتا ہے۔ بہت کم ایسے محقق ہونگے جن کی پہلی تصنیف اتنے اچھے معیار کی ہو۔

پروفیسر ڈاکٹر گیان چند جین صدر شعبۂ اُردو، حیدرآباد یونیورسٹی

'مدراس میں اُردو ادب کی نشوونما' کا ایک نُسخہ وصول ہوا اور موضوع سے شغف کی بناء پر ایک دم پڑھ ڈالا۔ یہ کام آپ نے خوب کیا ہے اور ڈھنگ سے کیا ہے جس کے لیے آپ لائق مبارکباد ہیں خدا آپکی علمی توفیق زیادہ کرے۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود حسین خان صدر شعبۂ لسانیات علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی

"میں نے اس کتاب کو اپنے یہاں ایم۔فل میں مقامی مضوعات پر کام کرنے والوں کے لیے داخل نصاب فی الفور کرلیا۔ یہ کتاب کام کی ہے اور آئندہ تحقیق کرنے والوں کے لیے بنیادی مواد فراہم کرتی ہے۔ اللہ کرے کہ آپ کا ذوق تحقیق و تصنیف اور بالیدہ ہو اور آپ اُردو دنیا میں اس سے زیادہ شہرت حاصل کریں۔"

پروفیسر ڈاکٹر نجم الہدیٰ صدر شعبۂ عربی، فارسی و اُردو مدراس یونیورسٹی

یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ کے مقالے کا پہلا جز چھپ کر شائع ہوگیا ہے آپ کو میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں قبول کیجئے آپ نے بلاشبہ اس کی تیاری میں بہت محنت کی ہے۔ انشاءاللہ یہ کتاب بہت مقبول ثابت ہوگی۔

پروفیسر الحاج حافظ محمد یوسف کوکن عمری
موظف صدر شعبۂ عربی، فارسی و اُردو مدراس یونیورسٹی

(۴) فورٹ سینٹ جارج کالج دکنی زبان و ادب کا ایک اہم مرکز ۱۹۷۹ء
اُترپردیش اُردو اکاڈمی (لکھنؤ) کی ایوارڈ یافتہ تحقیقی کتاب

اُردو زبان و ادب کی نشوونما میں مدراس اور جنوبی ہند کا حصہ انتہائی اہمیت رکھتا ہے کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج کی طرح مدراس کے فورٹ سینٹ جارج کالج کا رول نہایت اہم ہے۔ ڈاکٹر افضل اقبال نے بڑی محنت کے ساتھ منتشر مواد کو جمع کیا ہے ان کی تحقیقی کتاب اُردو لٹریچر میں ایک خوشگوار اضافہ ہے میں بڑی مسرت کے ساتھ اس نئی کتاب کا خیر مقدم کرتی ہوں۔

پروفیسر ڈاکٹر انا میری شمل پروفیسر انڈو مسلم کلچر ہارورڈ یونیورسٹی (امریکہ)

"مصنف نے فورٹ سینٹ جارج کالج پر بہت تفصیلی کام کیا ہے اسے دیکھنے سے پہلے مجھے اندازہ نہ تھا کہ اس کالج میں بھی اُردو کے اتنے قلم کار ہوئے ہیں اس عہد کے کئی مستشرقین اور ادیبوں کے نام اور کام سے واقفیت تھی لیکن ان میں سے بعض کے بارے میں یہ خیال نہ تھا کہ ان کا تعلق فورٹ سینٹ جارج کالج سے ہے، زیرِ نظر کتاب سے یہ معلوم ہوا۔"

پروفیسر ڈاکٹر گیان چند جین صدر شعبۂ اُردو حیدرآباد یونیورسٹی

"خوشی ہوئی کہ آپ کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ خصوصاً وہ حصہ جو قلعہ سینٹ جارج مدراس کے علمی کارنامو سے متعلق ہے چھپ گیا ہے فورٹ سینٹ جارج کالج مدراس اور فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے عملی کارناموں سے ہمارے علمی اداروں کو روشنی ملے گی اور کام کو آگے بڑھانے کا سلیقہ یا ڈھنگ آجائے گا۔ انشاء اللہ یہ علمی کارنامہ آئندہ ترقی کا زینہ بنے گا۔"

ڈاکٹر محمد یوسف الدین موظف صدر شعبہ مذہب و ثقافت عثمانیہ یونیورسٹی

"جس قدر میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم نے اس کا مواد جمع کرنے میں واقعی بڑی محنت کی ہے اتنے قدیم دور کی تاریخ کا مطالعہ کرنا اور اس پر تحقیق و تنقید اور ریسرچ کرنا کوئی آسان کام نہیں اس کے لیے بڑی فرصت اور محنت و عرق ریزی سے کام کرنا پڑتا ہے۔ خصوصاً آج کل اُردو دشمنی کا جو ماحول پیدا ہوگیا ہے اس میں تاریخ ادب کے ایسے قدیم دور کا پتہ چلانا بڑے دل گُردے کا کام ہے اور تمہاری یہ کامیاب کوشش لائقِ تحسین و قابلِ مبارکباد ہے"

پروفیسر محمد اعظم خان پروفیسر اُردو بہاول پور یونیورسٹی (پاکستان)

آپ کی خوبصورت، دیدہ زیب اور شاہکار تصنیف "مدراس میں اُردو ادب کی نشوونما" پڑھکر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ کتاب کیا ہے گنجینۂ تحقیق و تدقیق ماشاءاللہ آپ نے تاریخی پس منظر میں حقایق و واقعات کو جس انداز سے پیش فرمایا واقعی قابلِ داد ہے کتاب کے ایجاز و اعجاز کے باوصف "فورٹ سینٹ جارج کالج" کا اضافہ اس سلسلہ کی اگلی کتابوں میں اس کو ممتاز و منفرد کردیا ہے جزاکم اللہ خیرالجزاء۔

راہی فدائی ایڈیٹر "سفیر" ویلور

مدراس میں اُردو ادب کی نشوونما (جلد دوم) زیرِ طبع

ارکاٹ کے آخری حکمران نواب محمد غوث خان اعظم کے عہد ۱۸۲۵ء تا ۱۸۵۵ء کی علمی ادبی لسانی ثقافتی اور مذہبی خدمات کا مفصل جائزہ۔